ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن

اسلام کے مجرم کون؟

مؤلف:

محمد حسین میمن

نظر ثانی:

ابو عمر محمد یوسف افغانی

مدرس جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کراچی

ڈسٹری بیوٹرز

☆ مکتبہ دارالقرآن کراچی 2211998 ☆ علمی کتاب گھر کراچی 2628939

☆ فضلی بک سپر مارکیٹ کراچی 2212991 ☆ قدیمی کتب خانہ کراچی 2627608

☆ ادارۃ الانوار بنوری ٹاؤن 4914596 ☆ مکتبہ احیاء الاسلام کراچی 2635935

☆ نعمانی کتب خانہ 7321865 ☆ مکتبہ دارالسلام کراچی 0322-2076204

ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن

Email: thf@wkrf.net URL: www.wkrf.net

نام کتاب ←------→ اسلام کے مجرم کون؟

مؤلف ←------→ محمد حسین میمن

نظر ثانی ←------→ ابو عمر محمد یوسف افغانی

کمپوزنگ ←------→ عبدالرحمٰن

ناشر ←------→ ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن

اشاعت اوّل ←------→ نومبر 2007

اشاعت دوئم ←------→ جنوری 2008

تصحیح اشاعت دوئم ←------→ ابو عبداللہ احسن

نوٹ:

قارئین کرام پہلے ایڈیشن میں کچھ غلطیاں رہ گئیں تھیں اسے دوسرے ایڈیشن میں اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔ (انشاءاللہ)

(ادارہ)

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
20	کنواری سے نکاح پر ترغیب دلانے پر اعتراض اور اس کا ازالہ	40
21	(حدیث رسول ﷺ) میرے بعد لوگوں پر عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں پر اعتراض اور اس کا ازالہ	43
22	نبی کریم ﷺ کا اونٹنی کا پیشاب پلوانا اور جدید میڈیکل سائنس	45
23	ایک ضعیف روایت کی تحقیق	48
24	صحابہ کرامؓ کی سیرت پر سنگین الزام اور اس کا ازالہ	49
25	خولہؓ بنت حکیم کا اپنے تئیں نبی اکرم ﷺ پر پیش کرنے پر اعتراض اور اسکا ازالہ	53
26	نبی اکرم ﷺ کے محاورے سے غلط استدلال اور اس کا ازالہ	55
27	ایک ضعیف روایت سے صحیح احادیث کو طعن کرنے کی ناکام کوشش	57
28	بوقت نکاح عمر عائشہؓ پر اعتراض اور اس کا جواب	58
29	نبی اکرم ﷺ کا ام المؤمنین صفیہؓ سے نکاح کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب	61
30	حدیث رسول ﷺ عورت پسلی کی مانند ٹیڑھی ہے پر اعتراض اور اس کا ازالہ	65
31	سلیمان علیہ السلام کا اپنی 100 بیویوں سے ایک رات میں مباشرت کرنے پر اعتراض اور اسکا ازالہ	67
32	نبی اکرم ﷺ کا اپنے اوپر شہد حرام کرنا اور اس کی وضاحت	69
33	نبی اکرم ﷺ کا ام المؤمنین عائشہؓ کو مغفرت کی ترغیب دلانے پر اعتراض اور اس کا جواب	72
34	اس کا مفصل جواب شمار نمبر بیس اعتراض نمبر گیارہ پر گزر چکا ہے	74
35	دو حدیثوں میں بظاہر تعارض اور ان میں تطبیق!	75
36	حدیث رسول ﷺ تین چیزوں میں نحوست (Omenesness) پر اعتراض اور اس کا جواب	78

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
37	ابو ہریرہؓ کی توہین اور اس کا جواب	80
38	سیدنا علیؓ کا ذنادقہ کو سزا دینے پر اعتراض	82
39	کیا نبی کریم ﷺ غلام فروخت کرتے تھے؟ ایک شبہ اور اس کا ازالہ	85
40	عزل کے بارے میں شبہ اور اس کا ازالہ	86
41	بچہ جننے والی عورت سے شادی کرنا	88
42	جہنم میں عورتوں کی کثرت پر اعتراض اور اس کا مدلل جواب	89
43	ایک حدیث کا غلط مفہوم اور اس کا ازالہ	90
44	نبی کریم ﷺ کا غصہ اور ڈاکٹر شبیر کا بے جا اعتراض	91
45	حدیث سے غلط استدلال اور اس کا صحیح مفہوم	92
46	بچے کا والدین کے ہم شکل ہونا	95
47	ڈاکٹر شبیر کا سیدنا علیؓ کے بارے میں مغالطہ اور اس کا درست جواب	96
48	سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا آپ ﷺ کو قضائے حاجت کرتے وقت دیکھنے پر اعتراض۔	97
49	نبی کریم ﷺ کا پیالہ میں کلی کرنا اور ڈاکٹر شبیر کا بے جا اعتراض	98
50	نبی کریم ﷺ کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا اور اس پر بے جا اعتراض	99
51	ام المؤمنین عائشہؓ کا غسل اور ڈاکٹر شبیر کی غلط فہمی اور اس کا ازالہ	100
52	حالت حیض میں مباشرت اور اس کے صحیح معنی	102
53	روزے کی حالت میں مباشرت ڈاکٹر شبیر کی کم علمی	104
54	دوران اذان شیطان کا گوز مارنا اور ڈاکٹر شبیر کی غلط فہمی	105
55	بندروں پر شرعی حدود کا نفاذ کیوں اور کیسے	106

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
56	شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے سورج کا طلوع ہونا اور ڈاکٹر شبیر کی قلت فہم	107
57	توہین رسول کا شاخسانہ اور اس کا جواب صحیح حدیث کی روشنی میں	110
58	نبی کریم ﷺ پر بہتان اور ڈاکٹر شبیر کی خیانت	111
59	سورۃ البقرۃ کی آیت 219 کی وضاحت	115
60	ڈاکٹر شبیر کا تاریخ کے حوالے سے جھوٹی راویت کا نقل کرنا	117
61	جانور کا ناقص الاعضاء اور ڈاکٹر شبیر کی کم علمی	119
62	ڈاکٹر شبیر اور تقدیر	120
63	ڈاکٹر شبیر کا ایک عجیب وغریب دعویٰ، جدید ماہرین حیوانات سے جداراہ	121
64	دین میں اجرت لینا اور ڈاکٹر شبیر کی کم علمی	122
65	بالآخر ڈاکٹر شبیر نے اپنی صحابہ دشمنی دکھا ہی دی	123
66	ڈاکٹر شبیر کی جہالت اور سیدنا عمرؓ کی تحقیق	124
67	جنت میں مردوں کی اصل طاقت اور ڈاکٹر شبیر کی جہالت	125
68	منسوخ آیت اور ڈاکٹر شبیر کی علوم اعلیٰ میں غفلت	125
69	نبی کریم ﷺ کا بھول جانا اور ڈاکٹر شبیر کا اعتراض	126
70	ام ولد پر الزام کی تحقیق	128
71	مصادر ومراجع	132

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم !اما بعد

اسلام سے انسانوں کو برگزشتہ کرنے کی سازشیں کوئی نئی نہیں ہیں یہ تو عہد نبوت سے ہی شروع ہو گئیں تھیں اوران سازشوں میں پیش پیش اہل کتاب یعنی یہود ونصاری تھے جنکے بارے میں قرآن نے فرمایا:

قل هل انبئکم بشرمن ذالك مثوبة عندالله من لعنه الله وغضب عليه وجعل منهم القردة والخنازير وعبد الطاغوت اولـئك شـر مـكـانـا واضـل عـن سـواء السبيـل

(سورہ المائدہ، آیت ۶۰)

ان ہی لوگوں نے عہد نبوت میں اسلام اور کفر کے بین بین ایک عقیدہ نفاق وضع کیا جو"مذبذبین بین ذلك لا الی هولاء ولا الی هولاء" کی تصویر تھے۔ان باطل اہل کتاب نے نبی ﷺ کے فیصلے کو بھی ماننے کے لئے یہ شرط لگائی"ان اوتيتم هذا فخذوه وان لم توتوه فا حذروا "(المائدہ، آیت ۴۱)

وقالت طائفة من اهل الكتاب امنوا بالذی انزل علی الذی امنوا وجه النهار واكفروا آخره لعلهم يرجعون

(آل عمران، آیت ۷۲)

"یہ لوگوں کو یہ کہہ کر نبی ﷺ کی محفل میں بھیجتے تھے کہ اس نبی پر اترنے والی شریعت پر صبح کو ایمان لے آؤ اور شام کو انکاری ہو جاؤ"

جس قوم نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا ہو کہ:

"**اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون**" (المائدہ آیت ۲۴)

''(اے موسیٰ ؑ) تم اور تمہارا رب جا کر دونوں ہی لڑو ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں''

" یعیسٰی ا بن مریم هل یستطیع ربك ان ینزل علینا مائدة من السماء" (المائدہ، آیت ۱۱۲)

''اے عیسیٰ ابن مریم ؑ! کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان نازل کرے''

اب بھلا اس قوم سے خیر کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ کتاب ''اسلام کے مجرم'' ایسے ہی ابلیسانِ مغرب کی تخلیق ہے جس کا کامیاب جواب ہمارے دوست محمد حسین صاحب (حفظہ اللہ) نے ''اسلام کے مجرم کون؟'' کے نام سے دیا ہے اور ہر ہر اعتراض کا کافی وشافی رد کیا ہے اگر چہ اس پر مزید بہت کچھ کہنے اور لکھنے کی گنجائش ہے اس لئے کہ قرآن وحدیث کا علم ایک سمندر ہے لیکن **"فلله الحجة البالغة"** کے مصداق **"فالذین کفروا حجتهم داحضة عندربهم"** کے جواب کے لئے **" فیه کفایة عمن له دارية"** ہے **"والله الموفق وهوالهادی الی سواء السبیل وصلی الله علی النبی محمد واله وصحبه اجمعین"**

الشیخ محمود احمد حسن حفظہ اللہ تعالیٰ

(شیخ الحدیث جامع ستاریہ اسلامیہ)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق و باطل کی کشمکش ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی ان کا باہمی ٹکراؤ ہر دور میں ہوتا رہے گا اس ٹکراؤ کے بعد ہی واضح ہوتا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کسے کہا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کے دور میں اس کا مقابلہ یا مخالفت کرنے والا کوئی نہ کوئی فرد یا افراد ہوتے تھے مگر آخر کار فتح حق کی ہوتی ہے اور شکست باطل کا مقدر ٹھہرتی ہے اس لئے کہ اللہ کا قانون ہے کہ:

" بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هوزاهق ولکم الویل مماتصفون" (الانبیاء، آیت ۱۸)

''حق کو باطل سے ٹکراتے ہیں تو وہ (حق) باطل کا سر کچل دیتا ہے پس باطل مٹنے والا ہے جو کچھ تم بیان کرتے ہو وہ تمہارے لئے تباہی ہے''

آیت میں ''**نقذف**'' مضارع کا صیغہ ہے جس کے معنی ہے کہ یہ ٹکراؤ جاری ہے اور جاری رہے گا انبیاء کے مخالفین ہمیشہ عذاب الٰہی کا شکار ہوتے تھے اور انبیاء کو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا کرتا تھا سلسلہ انبیاء منقطع ہونے کے بعد یہ معرکہ اب علمائے حق اور علمبرداران باطل کے درمیان جاری ہے حق تو ہمیشہ سے ایک ہی طرح کا رہا ہے یعنی اللہ کی طرف سے آنے والی وحی کی صورت میں جواب ہمارے پاس قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ کی صورت میں موجود ہے جبکہ باطل نے ہر دور میں شکلیں وصورتیں تبدیل کی ہیں مگر باطل جس شکل میں سامنے آیا حاملین حق نے اس کا ہر میدان میں مقابلہ کیا اسلام کے خلاف سازشوں کا آغاز اس وقت ہو گیا تھا جب اس میں فرقے بننے شروع ہوئے تھے جو لوگ اسلام اور مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے انہوں نے اس کے خلاف خفیہ سازشیں کیں یا بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے رکھا مگر باطن سے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنی شروع کیں سب سے پہلے اس دین کو علوی، عباسی، فاطمی، رافضی (موجودہ شیعہ)، خوارج وغیرہم مذاہب وسیاسی گروہوں میں تقسیم کیا گیا اس کے بعد حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی بنے، اور تصوف کے

فرقے چشتیہ، قادریہ، قلندریہ، سہروردیہ، وغیرہ وجود میں آئے۔ پھر برصغیر میں مزید فرقے مثلاً قادیانی، چکڑالوی، پرویزی، ذکری فکری، وغیرہ پیدا ہوئے۔ جیسے جیسے فرقے پیدا ہوتے رہے اس کے ساتھ ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے علماء بھی میدان میں آتے رہے فتنہ قادیان اور فرقہ اہل قرآن کے مقابلہ کے لئے ثناء اللہ امرتسریؒ مقابلہ کرتے رہے برصغیر میں فتنہ انکار حدیث جس کا آغاز سر سید احمد خان سے ہوا اور پھر عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیراج پوری، غلام احمد پرویز، ڈاکٹر عبدالودود، عبداللہ خطیب، وغیرہ نے اس کو پروان چڑھایا خاص کر ایوب خان کے دور میں غلام احمد پرویز کے دروس جب ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے لگے تو اس فتنہ کو مزید فروغ حاصل ہوا۔ خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو علمِ دین سے جان چھڑانا چاہتا تھا وہ پرویز کی تصانیف سے بہت متاثر ہوئے ان متاثرین میں ایک مشہور نام ڈاکٹر شبیر احمد آف فلوریڈا کا ہے جو ایک عرصے تک پاکستان کے اخبارات میں کالم لکھتے رہے اور اپنے کالموں کے مجموعہ دستک۔1۔ میں لکھتے ہیں کہ جب میری تحریر میں غلام احمد پرویز کا رنگ جھلکنے لگا تو مجھ پر پابندی لگا دی گئی اخبار نوائے وقت کے ہفتہ وار فیملی میگزین میں کالم لکھتے رہے اور اس میں زیادہ تر کوشش یہ ہوتی تھی کہ غلام احمد پرویز کے افکار عام کر دیئے جائیں ان کی اکثر تحریروں میں سب سے زیادہ اعتراضات احادیث رسول اللہ ﷺ پر ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ پرویز کا مشن ہی آگے بڑھا رہے ہیں باطل کے ان علمبرداروں کا مقابلہ کرنے کے لئے آج بھی ثناء اللہ امرتسری کے نقش قدم پر چلنے والے اہلحدیث علماء اس مشن کو بحسن وخوبی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان مخلص اور محبت حدیث سے سرشار علماء میں ایک نام جناب محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کا ہے جنہوں نے دفاع حدیث فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھنے کے بعد سے اس میدان میں تبلیغی طور پر نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کے علمی اور مدلّل دروس سے سامعین کو دلی تسلی وتشفی ہوتی ہے اور کافی حد تک لوگوں کے ذہنوں میں پیدا کئے گئے شبہات کا ازالہ ہوتا جا رہا ہے پیش نظر کتاب ''اسلام کے مجرم کون؟'' محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کی تصنیفی صلاحیتوں کا مظہر ہے جس میں مصنف نے ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب ''اسلام کے مجرم'' میں احادیث

پر اعتراضات کے جوابات مدلّل انداز سے دیئے ہیں محمد حسین میمن نے دفاع حدیث کے لئے جس مشن کا آغاز کیا ہے اور جو تا حال کامیابی سے جاری ہے اس میں ان کا ساتھ دیا جانا چاہیے خصوصاً اہل مدارس کو ان کی صلاحیتوں سے استفادہ حاصل کرنا چاہیے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو مصنف، ناشر و معاونین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے دفاع کے لئے اسکو اہم ذریعہ بنائے۔ (آمین)

الشیخ عبدالعظیم حسن زئی

(استاد۔ جامعہ ستاریہ اسلامیہ گلشن اقبال۔ کراچی)

(معاون مدیر۔ صحیفہ اہلحدیث کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اسلام کے مجرم کون؟

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد!

دین اسلام نے اپنے ماننے والوں کو سب سے پہلے یہ تاکید فرمائی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہر بات پر سرخم تسلیم کیا جائے اور اپنے نظریات اور افکار کو شریعت (وحی) کے تابع کر دیا جائے۔ اگر ہم ان گمراہ فرقوں کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے ان گمراہ فرقوں نے اپنے اپنے نظریئے قائم کئے اور ان نظریوں پر محنت کی گئی جو صریح طور پر اسلام کے خلاف ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے ان مقاصد میں جو گمراہی کا سب سے بڑا پہلو تھا وہ ہے ''اسلام کو اپنی عقل پر پرکھنا اور اپنے نظریئے کے مطابق بنانا'' جب بھی انسان شریعت کو اپنی عقل پر لانے کی کوشش کرے گا یقیناً وہ گمراہ ہو جائے گا کیونکہ انسانی عقل محدود ہے اور شریعت لامحدود۔ محدود میں لامحدود سما جائے یہ ناممکن ہے اور دین اسلام کو عقل پر پرکھنا ہی گمراہی کا سب سے بڑا دروازہ ہے جس میں آدمی داخل ہونے کے بعد اپنے خالق و مالک کا انکار کر دیتا ہے لازمی سی بات ہے کہ جب وہ اپنی ناقص عقل سے رب تعالیٰ کی باتوں کو پرکھے گا گمراہ تو ہونا ہی ہے مثلاً ابلیس ہی کو دیکھیں اس نے بھی اللہ کے حکم کو صرف اور صرف اپنی عقل کی وجہ سے ٹھکرایا جب ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سجدے کا حکم دیا تو بجائے اس کے کہ وہ اللہ کے حکم پر اپنے آپ کو پیش کر دیتا، اس نے اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے کہا کہ:

''انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین''

(اعراف آیت 12)

''میں اس آدم سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے''

یعنی میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ مٹی تو حقیر ہے پیروں میں آتی ہے اور آگ اس سے افضل ہے کیونکہ آگ کا دھواں آسمانوں کی طرف بلند ہوتا ہے۔

حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اگر ہم مٹی کے فوائد کا تجزیہ کریں آگ کی نسبت کئی گناہ زیادہ فوائد ملیں گے اور ابلیس کا یہ قیاس بھی باطل ہوا جو اس نے اللہ کے حکم کے خلاف استعمال کیا اسی وجہ سے اہل علم کا کہنا ہے کہ:

''اول من قاس فی مقابلة النص ابلیس''

''پہلا شخص جس نے نص کے مقابلے میں قیاس کیا وہ ابلیس ہے''

اسی طرح چارلس ڈارون پہلا مغربی مفکر ہے جس نے انسان کی تخلیق کے مسئلے میں نظریہ ارتقاء (جو ایک دھوکہ ہے) پیش کیا وہ کہتا ہے آج سے دو ارب سال پیشتر سمندر کے ساحل کے قریب پایاب پانی کی سطح پر کائی نمودار ہوئی پھر اس کائی کے کسی ایک ذرے میں کسی نہ کسی طرح حرکت پیدا ہوئی۔یہی اس دنیا میں زندگی کی پہلی نمود تھی اس جرثومہ سے بعد میں نباتات اور مختلف شکلیں وجود میں آئیں۔پھر حیوانات وجود میں آئے اور بالآخر بندر کی نسل سے انسان پیدا ہوئے۔

اندازہ کریں ڈارون اپنی عقل سے جو خلاف شریعت تھی کس اندھے کنویں میں جا گرا اور یہ گمراہ کن نظریہ اس کو اس طرف لے گیا کہ اس نے اپنے خالق و مالک کا بھی انکار کر دیا۔

اس انکار کی وجہ کیا تھی؟

صرف یہ کہ شریعت کے مقابلے میں اپنی عقل کو غلط استعمال کرنا یقیناً یہی سب سے بڑی حماقت ہے۔قرآن کریم اس عقل کو جو وحی کی روشنی سے فائدہ نہیں اٹھاتی حیوانی سطح کی عقل سے بھی فروتر قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''إن شر الدواب عند الله الصم البكم الذين لا يعقلون''

''یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے بدتر حیوان وہ (انسان) ہیں جو کچھ سمجھتے نہیں''

(انفال، آیت 22)

دوسرے مقام پر ارشار ہوتا ہے:

'' ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والإنس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم أعين لا يبصرون بها ولهم آذان لا يسمعون بها أولئك كالأنعام بل هم أضل أولئك هم الغافلون''

''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں۔ان کے دل ہیں لیکن اس سے سمجھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں، یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گمراہ ہیں یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں'' (اعراف، آیت 179)

آیت مبارکہ میں ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل بھی ہیں آنکھیں بھی ہیں کان بھی ہیں ،یعنی ہر طرح کی صلاحیت موجود ہے لیکن اس کے باوجود جانوروں سے بدتر ہیں ۔کیونکہ وہ عقل و شعور رکھنے کے باوجود بھی وحی کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔لہٰذا یہ عقل اور شعور سب بے کار ہے۔

قارئین کرام! یقیناً اللہ تعالیٰ عقل استعمال کرنے کا حکم قرآن کریم میں کئی مقامات پر دیتا ہے لیکن کس موڑ پر؟

یہ ایک ایسا سوال ہے؟ جس کا جواب خود قرآن کریم میں موجود ہے کہ عقل کے ذریعہ اس بات پر غور کرے کہ سورج ،ستارے وغیرہ کیسے روشن ہیں؟ زمین اور آسمانوں کا بنانے والا کون ہے؟ آسمان بغیر ستون کے کیونکر قائم ہے؟ اس طرح اس خالق حقیقی کی رہنمائی ہوگی کہ وہ رب کا اقرار کرے اس کی ہر بات کو تسلیم کرے خواہ وہ ماورائے عقل ہو،یعنی اپنی عقل کو شریعت کے تابع کردے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہمارے لئے انشاء اللہ کافی اور شافی ہو

جائے گا۔

جب ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرینگے؟

جواب دیا جاتا ہے کہ:

"قال اولم تومن"

"کیا آپ ایمان نہیں لائے"

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

"قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی"

"کیوں نہیں بس اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں"

غور طلب بات ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے تقاضہ کیا کہ مجھے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا تو جواب میں اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہتا کہ آپ کے پاس عقل نہیں ہے ، بلکہ فرمایا کہ کیا آپ ایمان نہیں لائے؟ یعنی جب ایمان لے آئے تو پھر عقل کا کیا کام؟ ایمان لانے کے بعد عقل تو شریعت کے تابع ہو جاتی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام چونکہ اللہ کے نبی اور برگزیدہ بندے تھے اس لئے جواب میں فرماتے ہیں اے اللہ! ایمان تو ضرور لے آیا لیکن دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔

غور طلب بات ہے اس آیت مبارکہ میں بھی عقل پر وحی کو فوقیت دی گئی ہے یعنی ایمان لانے کے بعد ہمیں اپنی عقل کو وحی کے تابع بنانا ہوگا۔ اسی صورت میں ہم ایک اچھے مسلمان بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن وصحیح حدیث پر کلی طور ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے، تا کہ ہم مکمل وحی (قرآن وصحیح حدیث) کے پابند ہو جائیں۔ آمین

محمد حسین میمن (خادم حدیث)

(تحفظ حدیث فاؤنڈیشن پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثرات

قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلوات اللہ علی صاحبہا والتسلیم دین کے ماٰخذ ومصادر ہیں اور یہ دونوں وحی الٰہی ہیں ان میں کوئی اختلاف یا باہمی تضاد نہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس چیز کا ذکر قرآن مجید میں مجمل ہوا ہو اور مفصل مذکور نہ ہو اور اس کی تفصیل احادیث میں ہو تو وہ دین نہیں بلکہ کامل دین تو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ساتھ رکھنے سے ہی سمجھ میں آئے گا ورنہ حدیث کے بغیر تو بنیادی عبادات بھی صرف قرآن مجید سے واضح نہیں ہوتیں۔

انکار حدیث اور قرآن وحدیث کو باہم متصادم کرا کے غیروں نے دین مبین کو مٹانے ومسخ کرنے کی ناپاک حرکتیں شروع کی تھیں۔ اب وہ کام اپنوں کے لبادہ میں ڈاکٹر شبیر احمد اور ان کے پیش رو سر سید احمد خان، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز جیسے ان کے نمائندے سرانجام دینے لگے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لئے ایسے فرعونوں کے لئے ہر دور میں اللہ کوئی موسیٰ پیدا فرماتا ہے۔ ''اسلام کے مجرم'' کے جواب میں شیخ محمد حسین حفظہ اللہ خادم حدیث تحفظ حدیث فاؤنڈیشن نے ''اسلام کے مجرم کون؟'' لکھ کر نہ صرف دندان شکن جواب تحریر کیا بلکہ ان کے چیلوں سے کامیاب مناظرے بھی کئے اور الحمد للہ بہترین انداز میں مدلّل دفاع حدیث کا حق ادا کر رہے ہیں۔

جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین

آمین ۱۴۲۸/۱۱/۱۸

شیخ الحدیث عبدالحنان سامرودی

(صدر مدرسہ جامعہ دار الحدیث رحمانیہ کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاثرات

''اسلام کے مجرم کون؟'' جو کہ ڈاکٹر شبیر کی کتاب ''اسلام کے مجرم'' کا جواب ہے اور بحمد للہ لا جواب ہے، کمپوزنگ کی اغلاط (جو کالمعدوم ہیں) سے صرف نظر کرتے ہوئے میں فخریہ کہتا ہوں کہ شیخ محمد حسین میمن حفظہ اللہ تعالیٰ نے اچھا جواب تحریر کیا ہے جو کہ علمی، اصولی اور ٹھوس دلائل پر مبنی ہے، تمام شیدائیان سنت کو اس کتاب سے فیض اٹھانا چاہیے۔

ولا ازکی علی اللہ احداً

کتبہ عبدالوکیل ناصر عفی عنہ

۲۰۰۷/۱۱/۲۸

بسم الله الرحمن الرحيم

تاثرات

الحمد لله والصلاة والسلام علی رسول الله وبعد۔

دشمنان اسلام نے جہاں ظاہری طور پر اسلام اور عالم اسلام پر حملہ کیا وہاں وہ خفیہ حملے بھی جاری رکھے ہوئے ہیں ۔جس میں مسلمان معاشرے میں اپنی تہذیب وثقافت کی یلغار ، بے حیائی، فحاشی ،عریانی کا سیلاب اور خصوصاً زرخرید غلاموں کے ذریعے اسلام کو بدنام کرنا بے جا اعتراضات اور نت نئے شکوک وشبہات شامل ہیں۔

اس ضمن میں حال ہی میں ایک کتاب ''اسلام کے مجرم'' کے نام سے شائع ہوئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی مسلمہ احادیث پر قدغن لگانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے ۔جس کا مسکت جواب جناب محمد حسین میمن صاحب چیئرمین تحفظ حدیث فاؤنڈیشن نے دیا ہے جو کہ مختصر اور مدلل ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف حفظہ اللہ کی کوششوں کو قبول فرمائے اور آئندہ بھی احادیث رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

الشیخ محمد یوسف کشمیری

(مدیر جامعۃ الدراسات الاسلامیۃ)

بسم الله الرحمن الرحيم

تاثرات

ان الحمدلله والصلاة والسلام علی رسول الله وبعد۔

فہم قرآن میں جس شخص یا فرقہ نے بھی اپنی عقل کو پیمانہ معیار سمجھا وہی گمراہ ہوا جیسے قدریہ، جہمیہ، معطلہ، مرجیہ وغیرہ اور جس نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے ذریعہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی وہ اللہ کی توفیق سے حق پر رہا اور خطاء وتزلزل سے اللہ اسے بچاتا رہا۔ کتاب ہذا میں بھی اسی گمراہی کی علمی طرز پر تردید کی گئی ہے نہایت ہی سادہ لفظوں میں سنجیدہ و نرم لہجے میں گرم و مضبوط دلائل کے ساتھ اسلامی لبادہ میں ملبوس کفر کو بے لباس کر کے اس کی حقیقت کو صرف خواص الناس نہیں بلکہ عوام الناس کے سامنے واضح کیا گیا ہے۔ کتاب کو پڑھ کر علمی استفادہ کیا۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس خوفناک فتنہ سے محفوظ فرمائے صاحب کتاب کو اس کوشش و کاوش پر اجر عظیم عطا فرمائے۔

آمین: یا رب العالمین وصلی الله علی النبی الکریم ﷺ

وکتبہ الشیخ عبدالحق حفظہ اللہ تعالیٰ

(مدیر معہد الشیخ بدیع الاسلامی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وبعد

روز ازل سے اہلیان حق اور علم برداران باطل کے درمیان یہ کشمکش رہی ہے۔ مگر اللہ تعالی کی نصرت اور مدد ہمیشہ اہلیان حق کے ساتھ رہی ہے۔

اسلام کے مجرم کون؟ بجواب اسلام کے مجرم اس سلسلہ کی کڑی ہے۔ کتاب ہذا برادر محترم محمد حسین میمن (حفظہ اللہ) کی تصنیف ہے جس میں انہوں نے منکرین حدیث کی تصنیف کردہ کتاب (اسلام کے مجرم) کا جواب مختصر مگر مدلل انداز میں دیا ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں سادہ زبان اور دلکش انداز اپنایا ہے۔

فلہذا۔ تمام اہل اسلام سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے دوست واحباب کو اس سے استفادہ کرنے کی تلقین کریں۔

اللہ ہمارے فاضل بھائی اور معاونین کو جزائے خیر دے۔ (آمین)

الشیخ مفتی عبداللطیف ارشد حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدالمرسلین

میں نے مولانا محمد حسین کی کتاب کو ایک نظر دیکھا ہے اور اس کے خاص خاص مقام کو غور سے پڑھا ہے یہ کتاب اسلامی فکر کے دفاع میں ایک اچھی کوشش ہے۔ بدقسمتی سے دور حاضر میں پاکستان میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو عربی زبان سے نابلد ہے اور صرف اردو تراجم سمجھ کر اپنے آپ کو اسلام کا چیمپئین سمجھنے لگا ہے تو ان کی کم علمی کی وجہ سے آئے دن نئی نئی باتیں گھڑ کر اسلام سے چسپاں کرتے رہتے ہیں جس سے اسلامی تعلیمات کی روح مجروح ہو رہی ہے ایسے میں اس طبقے کی اصل حقیقت کو کھولنا بہت ضروری ہے اور یہ کتاب اسی سلسلے کی کڑی ہے مجھے امید ہے اس کتاب سے تمام مسلمانوں کو فائدہ ہوگا میری دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا محمد حسین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی سعی قبول فرمائے۔

اخوکم الشیخ محمد ابراھیم طارق

(مدرس جامعہ ابی بکر کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاثرات

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وبعد!

کتاب ہذا بعنوان ''اسلام کے مجرم کون؟'' ترتیب جناب محمد حسین میمن صاحب، نظر ثانی جناب فضیلۃ الشیخ ابوعمر محمد یوسف افغانی صاحب کا ایک نظر مطالعہ کیا ہے جوکہ شبیر احمد نامی صاحب کی کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ اس پرفتن دور میں خاص طور پر کراچی شہر میں حدیث رسول (ﷺ) کے خلاف متعدد افراد اور تحریکیں کام کررہی ہیں۔ ان کا رد کرنا حدیث کا دفاع اور عوام وخواص تک صحیح بات پہنچانا ہم سب کا شرعی فریضہ ہے۔ مؤلف موصوف اس فن میں خاصہ ذوق اور مہارت رکھتے ہیں جیسا کہ کتاب ہذا کو دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے۔ کتاب انتہائی مدلل اور مبرہن انداز میں میں لکھی گئی ہے کتاب پر مزید محنت کی گنجائش باقی ہے دوبارہ اشاعت پر مزید کوشش کرلی جائے تو کتاب کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ہوجائے گا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب میمن صاحب کو مزید اخلاص محنت صلاحیت اور ہمت سے نوازے. اور یہ اعمال روز قیامت انکی حسنات کے پلڑے میں ڈال دے۔ (آمین)

الشیخ خلیل الرحمان لکھوی
(رئیس جامعہ معھد القرآن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

یہ بات تو مسلّم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شخصیت کا قرآن کریم سے ناقابل انقطاع تعلق ہے۔قرآن کریم کو مکمل طور سے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آپ ﷺ کی رہنمائی کے بغیر ناممکن ہے۔ چنانچہ حدیث جو رسول اللہ ﷺ کے قول، فعل اور تقریر سے عبارت ہے قرآن کریم کے پہلو بہ پہلو ہدایت انسانی کا دوسرا اہم ترین سرچشمہ ہے۔حدیث رسول اللہ ﷺ نہ صرف قرآن مجید کی علمی و عملی شرح وتفسیر ہے بلکہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جو انقلاب اس دنیا عالم میں بپا کیا گیا ہے۔اس کی صحیح ترین عملی تشکیل بھی حدیث رسول اللہ ﷺ ہی پیش کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ دشمنان اسلام کی سازشوں کا مستقل محور رہی ہے۔اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہر قسم کے وسائل کو نہ صرف بروئے کار لایا گیا بلکہ جید علماء ومحدثین جن کی زندگیاں حدیث وسنت کی خدمت وحفاظت میں گزر گئیں ان کے اقوال و مقالات میں خیانت کر کے یا مختلف نوعیت کے مہمل سوالات کر کے من پسند جوابات حاصل کئے گئے اور ان کے ذریعہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی۔مثلاً ڈاکٹر شبیر نے اپنی تصنیف ''اسلام کے مجرم'' میں حافظ ابن قیمؒ و امام ابن تیمیہؒ کی کتب کے حوالے دے کر نا معقول اقوال ان کی طرف منسوب کیا۔بالکل یہی حال سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کے فتویٰ کا بھی ہے۔

ہم اس فتوی سے اتفاق نہیں کرتے کہ جس کی نقل ڈاکٹر شبیر نے اپنی کتاب ''اسلام کے مجرم'' میں دی ہے۔کیونکہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ تو حدیث رسول اللہ ﷺ کے سچے شیدائی تھے اور آپ کی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت میں گزری بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ نے قرآن وحدیث کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔چودہ (۱۴) جلدوں پر مشتمل ''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' کی تصحیح اور بیس مجلدات میں آپ کے فتاویٰ ومقالات اور سینکڑوں کتب اس دعویٰ کی

بیّن دلیل ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ شیخ ابن بازؒ صرف قرآن مجید کو تھامے رکھنے کی تلقین کریں اور حدیث رسول اللہ ﷺ کو کوئی شرعی اور قانونی حیثیت نہ دیں۔ بلکہ آپ تو ایسے لوگوں کو ملحد اور یہود ونصاریٰ کے قبیل میں شمار کرتے تھے کہ جو دین اسلام کی تفہیم کے لئے صرف قرآن مجید کو کافی سمجھتے ہیں۔ ذیل میں ہم شیخ ابن بازؒ کے اس مقالے سے کچھ اقتباسات نقل کئے دیتے ہیں کہ جو انہوں نے ''حجت حدیث'' کے سلسلے میں ترتیب دیا تھا۔ تا کہ حق اور باطل کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔

''والاصل الثانی من الادلة سنة رسول الله ﷺ، وقول رسول الله ﷺ حجة، لدلالة المعجزة علی صدقه، ولامر الله بطاعته، تحذیره من مخالفة امره۔ وقال الحافظ ابن کثیر رحمه الله فی تفسیر قوله تعالی: ﴿فلیحذر الذین یخالفون عن امره ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذاب الیم﴾ أی: عن امر رسول الله ﷺ، وهو سبیله ومنها جه وطریقته، وسنته، وشریعته، فتوزن الأقوال والأعمال بأقواله وافعاله، فما وافق ذلك قبل، وما خالفه فهو مردود علی قائله وفاعله کائنا من کان، کما ثبت فی الصحیحین ین وغیرها عن رسول الله ﷺ واللفظ للصحیح مسلم أنه قال: ''من عمل عملاً لیس علیه امرنا فهو رد'' أی: فلیخش ولیحذر من خالف شریعة الرسول ظاهراً وباطنا''

''رسول اللہ ﷺ کی سنن واقوال قطعی حجت ہیں اس لئے کہ: اولاً قرآن آپ کے صدق کی گواہی دیتا ہے۔ ثانیاً: اللہ نے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا آپ کے حکم کی مخالفت سے لازمی طور پر اجتناب کرنا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ آیت ذیل کے تحت فرماتے ہیں: 'جو لوگ حکم رسول

کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ ان پر کوئی آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے' یہاں امر رسول اللہ ﷺ سے مراد آپ کا رستہ، منہج، طریقہ، سنت اور شریعت ہے۔ ہر قسم کے اقوال اور اعمال کو آپ ﷺ کے اقوال واعمال پر پیش کیا جائے گا اگر ان میں موافقت ہوئی تو اس کو قبول کیا جائے گا اور مخالفت ہوئی تو اسے کہنے اور کرنے والے ہی کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ اسی طرح صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ: 'جس نے کوئی ایسا عمل کیا کہ جس پر ہمارا حکم موجود نہیں ہو تو وہ مردود ہے' شریعت رسول اللہ ﷺ کی ظاہری اور باطنی مخالفت کرنے والے کو ڈرنا چاہیئے''

شیخ ابن باز مزید فرماتے ہیں کہ:

''اعلموا رحمکم الله ان من انکر ان کون حدیث النبی ﷺ قولاً کان أوفعلاً بشرطه المعروف فی الأصول حجة، کفر وخرج عن دائرة الأسلام، وحشر مع الیهود والنصاری''

''جان لو کہ اللہ تم پر رحم کرے کہ جس شخص نے اللہ کے نبی ﷺ کی کسی قولی یا فعلی حدیث کا انکار کیا تو وہ کافر ہے اور وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور قیامت کے روز اس کو یہود ونصاریٰ کے ساتھ اٹھایا جائے گا'' (مجموع الفتاویٰ ومقالات، جلد ا، صفحہ ۳۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خیرخواہی کے نام پر پہلا (1) اعتراض:

"اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ کتاب اللہ فان وافق فاقبلوہ ولا تذروہ" (اسلام کے مجرم صفحہ 3)

"تمہارے سامنے میرے اقوال پیش کیے جائیں گے تم انہیں قرآن کی کسوٹی پر پرکھ لینا، اگر وہ کتاب اللہ کے مطابق ہو تو انہیں قبول کر لینا اور اگر قرآن کے مطابق نہ ہوں تو انہیں ترک کر دینا" (اسلام کے مجرم صفحہ 15)

ازالہ:۔

قارئین کرام ڈاکٹر شبیر کی پیش کردہ روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے مفتاح الجنة صفحہ نمبر 52۔الفوائد المجموعہ صفحہ 291 اور امام شافعی کی کتاب الرسالہ صفحہ نمبر 170 اس روایت کی اسنادی حیثیت کا اندازہ یحیی بن معین کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے:

قال یحیی بن معین ھذا حدیث وضعہ الزنادقة وقال الخطابی کذٰلک (1)

اس حدیث کو زنادقہ (2) نے گھڑا ہے۔لہٰذا یہ روایت جھوٹی ہے اور ہم صحیح حدیث کو ماننے والے ہیں ہمارا جھوٹ سے کوئی تعلق نہیں۔

ڈاکٹر شبیر جو روایت پیش کر رہے ہیں وہ من گھڑت ہے اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایک جھوٹ ہے جس کو ڈاکٹر شبیر بغیر کسی حوالہ کے نقل کر رہے ہیں حیرت کی بات ہے کتاب کا نام رکھا ہے" اسلام کے مجرم" اور اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھ کر خود

---

(1) تذکرۃ الموضوعات صفحہ 28 الفوائد المجموعہ صفحہ 201۔

(2) زنادقہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو اللہ کی وحدانیت پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا اور کفر کو چھپاتا ہے اور ایمان کو ظاہر کرتا ہے اصلاً یہ لوگ مجوسی مذہب سے متاثر ہیں۔

اسلام کے مجرم ثابت ہو گئے۔

خیر خواہی کے نام پر دوسرا (2) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا وہ ایک کبوتری کا پیچھا کر رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا" دیکھو ایک شیطان شیطانہ کا پیچھا کر رہا ہے۔" (اسلام کے مجرم صفحہ 22)

ازالہ:۔

یہ حدیث سنن ابی داؤد ، کتاب الادب باب فی اللعب بالحمام حدیث 4940 اور ابن ماجہ حدیث 3864 ہے۔

قارئین کرام اس روایت کو پیش کرنے کے بعد موصوف نے خاموشی اختیار کی ہے گویا اس حدیث کو بھی کوئی جرم یا افسانہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں بھی انسان کو شیطان کہا گیا ہے انسان اگر اللہ کے ذکر سے دور ہو جائے اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منحرف ہو جائے تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو شیطان کہا ہے۔

وكذلك جعلنا لكل نبی عدواً شياطين الانس والجن يوحی بعضهم الی بعض(1)

"اسی طرح ہم نے شیطان انسان اور جنوں کو نبی کا دشمن بنایا جو آپس میں ایک دوسرے کو وحی کرتے ہیں"

یعنی انسان اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو وہ انسان شیطان ہو جاتا ہے کیونکہ نافرمانی و بغاوت شیطانی صفات ہیں اور جس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ کبوتری کا پیچھا کر رہا تھا تو وہ شخص کبوتر باز تھا اور کبوتر بازی کھیل تماشہ ہے جو کہ آج کل عام ہے اس تماشہ کی وجہ سے لوگوں

(1) سورہ انعام۔ آیت 112۔

کی اکثریت نمازوں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہتی ہے اسی وجہ سے اس شخص کو شیطان کہا گیا ہے اور رہی بات اس کبوتری کو ''شیطان'' کہنے کی تو لغت میں الشیطان کے معنی ''سرکش اور نافرمان'' کے ہیں خواہ وہ انسان ہو جن ہو یا جانور ہو(1)۔

صاحب عون المعبود فرماتے ہیں ''کبوتری کو شیطان اس لئے کہا کہ وہ کبوتری اس شخص کے لئے اللہ کے ذکر سے غفلت کا سبب بن رہی تھی''(2)۔لہٰذا کوئی شخص اگر شریعت کے منافی کام کرے اور اللہ کی یاد سے غافل رہے تو وہ انسانیت کے دائرہ سے نکل کر شیطان کے اوصاف میں داخل ہو جائے گا اور یہی اس حدیث مبارکہ کا مطلب ہے کہ شیطان شیطانہ کا پیچھا کر رہا تھا لہٰذا حدیث پر اعتراض فضول ہے۔

خیر خواہی کے نام پر تیسرا(3)اعتراض:

فرمایا نبی اکرم ﷺ نے:امت کا بہترین آدمی وہ ہے جس کی زیادہ بیویاں ہوں۔
(اسلام کے مجرم صفحہ 22)

ازالہ:۔

اس روایت کو امام بخاری نے کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے(3)۔

اس روایت کو نقل کرنے میں ڈاکٹر شبیر نے علمی خیانت کی ہے یہ رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں بلکہ عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے۔ جسے ڈاکٹر شبیر نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

---

(1)المنجد صفحہ528۔لسان العرب جلد 7 صفحہ121۔

(2)عون المعبود شرح السنن ابی داؤد جلد ۱۳ صفحہ139۔

(3)صحیح بخاری کتاب النکاح رقم حدیث5069۔

من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار(1)

''جس نے میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی پس اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''

قارئین کرام! مندرجہ ذیل روایت پر غور کریں تو حقیقت عیاں ہوجائے گی۔

عن سعيد بن جبير قال ابن عباسؓ هل تزوجت ،قلت لا،قال فتزوج كان خير هذه الامة اكثرها النساء(2)

''سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ کیا تم نے نکاح کر لیا؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا کہ نکاح کر و یقیناً اس امت میں بہترین وہ ہے جس کی زیادہ بیویاں ہوں''

قارئین کرام قرآن کریم مسلمانوں کو ایک وقت میں چار نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلٰث وربٰع(3)

''اور عورتوں سے بھی تمہیں جو پسند ہو دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرو۔''

مندرجہ بالا آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں چار شادیوں کی اجازت موجود ہے اور یہ چار شادیاں **اکثرھا النساء** کہلاتی ہیں (یعنی زیادہ عورتیں) اور ابن عباسؓ کا قول **اکثرھا النساء** کا مطلب بھی یہی ہے کہ چار تک نکاح کیا جاسکتا ہے اگر موجودہ زمانے کا مشاہدہ کیا جائے تو اس وقت پوری دنیا میں مردوں کی بنسبت عورتوں کی کثرت ہے اور عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی شرح اموات زیادہ ہے۔ اس کی وجہ عورت خانہ داری کرتی ہے اور مرد زمانہ بھر میں گھومتا ہے حادثات کا شکار ہوتا ہے جنگ وجدل میں مارا جاتا ہے تو اس لئے مردوں کی آبادی کا تناسب عورتوں کے مقابلے میں کم ہے۔

---

(1) مسند احمد 454/1 وقال احمد شاکر اسنادہ صحیح۔

(2) صحیح بخاری مع فتح جلد ۹ صفحہ 140۔

(3) سورہ نساء آیت نمبر 3۔

ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں عورتوں کی آبادی مردوں کے مقابلہ میں 80 لاکھ زائد ہے(1) اور قیامت کی پیش گوئی میں سے ہے کہ ایسا وقت آئے گا کہ 50 عورتوں کا کفیل ایک ہی مرد ہوگا یعنی عورتیں کافی حد تک مردوں سے تعداد میں بڑھ جائیں گی۔

اسی بات کا ذکر سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ کے قول میں ہے کہ بہترین آدمی وہ ہے جس کی زیادہ عورتیں ہوں یعنی زیادہ سے مراد ایک سے زیادہ ہوں نہ کہ چار سے زیادہ ہوں اگر ایک سے زیادہ بیویوں کا رکھنا برا ہے تو ڈاکٹر شبیر قرآن کریم کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے کیونکہ وہ (یعنی قرآن) چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے۔

خیر خواہی کے نام پر چوتھا (4) اعتراض:

''نبی ﷺ اپنی تمام بیویوں کے پاس ہر رات میں دورہ فرمالیا کرتے تھے اور وہ تعداد میں ۹ تھیں۔''

مزید فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کو امت کی مصروفیات سے اتنی فرصت کہاں تھی اور وہ پاک ہستی تھے (معاذاللہ) جنسی مشین نہ تھے۔ (اسلام کے مجرم، صفحہ 22)

ازالہ:۔

امام بخاریؒ نے یہ حدیث اپنی صحیح میں ذکر فرمائی اور حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں

عن انسؓ ان النبیﷺ یطوف علی نسائه فی لیلة واحدةوله تسع نسوة(2)

---

(1) The Medical Guide Columbia University

(2) صحیح بخاری کتاب النکاح باب 4 حدیث 5068۔

''انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ایک(1) رات میں اپنی بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ تعداد میں نو تھیں''

قارئین کرام:۔ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث سے بہت غلط مفہوم و مطلب اخذ کیا ہے اور انکی غلط فہمی کی وجہ لفظ ''یطوف'' ہے جس کے معنی انہوں نے جماع مراد لیا ہے حالانکہ ''یطوف'' کا معنی ''دورہ کرنا'' ہے اس حدیث کی مزید وضاحت دوسری احادیث سے ہو جاتی ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا نصرف من العصر دخل علی نسائه(2)

''رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز کے بعد اپنی ازواج کے ہاں تشریف لے جاتے۔''

صحیح مسلم میں ہے:

اذا صلی العصر دار علی نسائه(3)

''آپ جب عصر کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو اپنی ازواج کے ہاں دورہ فرماتے۔''

اور مزید تفصیل اور توضیح ام المؤمنین عائشہؓ کی اس روایت سے بھی ہو جاتی ہے کہ۔

قل یوم الاورسول اللہ ﷺ یطوف علینا جمیعا قیقبل ویلمس مادون الوقاع(4)

''نبی اکرم ﷺ اکثر روزانہ ہم سب کے پاس تشریف لاتے آپ پیار و محبت کرتے چھوتے تھے مگر ہم بستری نہیں فرماتے تھے۔''

یعنی آپ روزانہ صبح و شام کے اوقات میں اپنی ازواج کی گھریلو ضروریات کو پورا کرنے اور ان کی دل جوئی کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اگر آپ ایسا نہ کرتے تو ہر بیوی کے پاس ۹ دن بعد پہنچتے اور اتنے طویل عرصے تک آپ کو یہ خبر نہ ہوتی کہ وہ کس حال میں ہیں اور ان پر کیا گزر رہی ہے لہٰذا اس مشترک وقت میں جو لیل و نہار کی ایک گھڑی تھی آپ سب کے ہاں تشریف لے جاتے۔

---

(1) یہاں ڈاکٹر شبیر نے "لیلة واحدة" کا ترجمہ ہر رات کیا ہے جو ان کی خیانت ہے (2) صحیح بخاری کتاب النکاح رقم الحدیث 5216 (3)صحیح مسلم کتاب الطلاق باب وجوب الکفارة علی من حرم رقم الحدیث 3679 (4)فتح الباری جلد 8 صفحہ 386

اور جہاں تک بات ہے ''امت کی مصروفیات اور حقوق ازواج'' کی اس کے جواب میں ہم ایک غیر مسلم مؤلف پال برنٹن کے الفاظ نقل کئے دیتے ہیں۔

I could not but respect the wisdom of the Prophet(S.A.W)for so deftly teaching his followers to mingle the life of the busy world.(1)

''میں پیغمبر اسلام (ﷺ) کی دانائی کی تکریم کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے اپنے پیرو کاروں کو اتنی خوش اسلوبی کے ساتھ دینی زندگی کو دنیاوی مصروف زندگی کے ساتھ سمونا سکھادیا۔''

خیر خواہی کے نام پر پانچواں (5) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر نے ایک روایت نقل کی ہے کہ

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تنہا (بے نکاح) ہونے کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبوتری کو ساتھی (زوجہ) بنالو۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 22)

ازالہ:۔

اس روایت کو حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ''المنار المنیف'' میں ذکر فرمایا ہے۔(2) ڈاکٹر شبیر نے اس کتاب کا نام ''البحار الحسیف'' ذکر کیا ہے جو کہ غلط ہے حافظ ابن قیم کی کوئی کتاب اس نام سے دستیاب نہیں۔ ہوسکتا ہے ڈاکٹر شبیر سے اس کتاب کا نام لکھنے میں سہو ہوگیا ہو۔

حافظ ابن قیم نے اپنی تصنیف ''المنار المنیف'' میں ان روایات کو یکجا کیا ہے جو کہ موضوع

---

(1) A search in the secret Egypt page 134

(2) المنار المنیف۔ص97

یعنی من گھڑت ہیں۔ ان موضوع روایات کو مختلف لوگوں نے گھڑ کر اپنے باطل سیاسی و مسلکی نظریات کے لئے استعمال کیا ہے۔

زیر بحث حدیث اور اس کے متعلقہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

مندرجہ بالا روایت کے متعلق حافظ ابن قیم جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فمنها:۔ احادیث الحمام۔ لایصح منها شئی

''کبوتر سے متعلق تمام احادیث غلط و من گھڑت ہیں''

آگے رقمطراز ہیں:

ومنها شکا رجل الی رسول الله ﷺ الوحدة فقال له لواتخذت زوجا فآنسك۔

''ان میں سے ایک حدیث ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تنہا ہونے کی شکایت کی۔۔۔۔۔الآخر''

آخر میں حافظ ابن قیم حکم لگاتے ہیں:

من وضع الکذاب وهب بن وهب البختری ۔(1)

''کہ یہ روایت وھب بن وھب البختری کی وضع کردہ ہے۔''

ڈاکٹر شبیر نے اس کو اپنی کتاب میں نقل کر کے کوئی نیا کام سرانجام نہیں دیا ہے خود محدثین ایسی روایتوں کو ناقابل اعتبار قرار دے کر رد کر چکے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر شبیر اس روایت کو جس کتاب سے نقل کر کے اس کو اسلام باور کرانا چاہتے ہیں یہ کتاب ہی اسلام کے مجرموں کے خلاف لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے لہٰذا ایسی روایتوں سے اسلام پر کوئی حرف نہیں آتا اس لئے اعتراض کالعدم ہے۔

---

(1) المنار المنیف۔ ص97

خیر خواہی کے نام پر چھٹا (6) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں،

یا رسول اللہ ﷺ آپ ایسی وادی میں اتریں جہاں بہت سے درخت ہوں لیکن ان کے پتے چرالئے گئے ہوں اور ایک درخت آپؐ ایسا بھی پائیں جس کے پتے چرائیں نہ گئے ہوں تو آپؐ اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرائیں گے؟ فرمایا اس درخت سے جس کے پتے چرائیں نہ گئے ہوں امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ عائشہ صدیقہؓ کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں صرف وہ ہی کنواری تھیں۔ (اسلام کے مجرم، صفحہ 22,23)

ازالہ:۔

اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب النکاح میں ذکر فرمایا ہے۔(1) اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ ایک مثال کے ذریعے ام المؤمنین عائشہؓ کے کنوارے پن اور فضیلت کو واضح کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات میں سے صرف عائشہؓ ہی کنواری تھی اور باقی سب شادی شدہ تھیں۔

قارئین کرام! آخر اس حدیث مبارکہ میں ایسا کون سا اعتراض یا برہنہ پن ہے کہ جس کی وجہ سے حدیث محل نظر بن گئی ہے۔

کیا ڈاکٹر شبیر کو قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات نظر نہیں آئیں کہ جن کو پڑھ کر کوئی شخص ایک اور کتاب ''قرآن کے مجرم'' تحریر کردے کہ یہ آیات اس قدر برہنہ ہیں کہ اللہ کا کلام نہیں ہوسکتا یہ کسی ''اسلام کے مجرم'' کی سازش ہے۔ ملاحظہ فرمائیں،

---

(1) صحیح بخاری کتاب النکاح رقم الحدیث، 5077

نساؤکم حرث لکم فأتو احرثکم انی شئتم (1)

''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں پس اپنی کھیتیوں میں سے جہاں سے چاہو آؤ۔''

فلما تغشاھا حملت حملا خفیفا(2)

''پس جب اس مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا تو وہ حمل سے ہوگئی۔''

ڈاکٹر شبیر! اگر کسی کی آپ کی طرح سوچ ہو تو قرآن کی ان آیات کا بھی بڑا غلط اور فحش ترجمہ کیا جا سکتا ہے اور ان کو غلط معنوں میں استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر ہم عقیدت میں ان آیات کو اللہ ہی کا کلام سمجھتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں تو پھر حدیث رسول ﷺ پر اس طرح کے اعتراضات کی بوچھاڑ کیوں؟

خیر خواہی کے نام پر ساتواں (7) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ روزے کا افطار صحبت سے کیا کرتے اور کھانا بعد کو کھاتے۔ ماہ رمضان میں نماز عشاء سے پیشتر اپنی تین تین لونڈیوں سے صحبت کرتے۔ (اسلام کے مجرم۔ صفحہ 23)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے یہ روایت علامہ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی کی تصنیف ''احیاء علوم الدین'' سے نقل کی ہے جو دراصل تصوف پر تحریر کی گئی ہے ڈاکٹر شبیر نے اپنی تصنیف میں صوفیاء کی تحریر کردہ کتابوں کے بہت سے مندرجات واقتباسات پیش کئے ہیں جو کہ واقعی کافی شرمناک اور ناقابل بیان ہیں نام نہاد صوفیوں اور زاہدوں نے اسلام کے شعائر کا جس طرح مذاق اڑایا ہے

---

(1) سورۃ البقرۃ آیت 223

(2) سورۃ اعراف آیت 189

اور دین اسلام کی بنیاد توحید الٰہی اور اسلام کی کوہان جہاد فی سبیل اللہ کے خلاف جو تلبیسات تصوف کے نام پر کی ہیں وہ واقعی اسلام کے خلاف ایک عظیم ترین جرم ہے. آپ کی نقل کردہ صوفیوں کی ان عبارات سے ہم کلی اتفاق کرتے ہیں مگر آپ نے ان صوفیوں کے ساتھ ساتھ صحیح احادیث کو بھی طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے اور دین اسلام کے ایک عظیم علمی مأخذ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لئے ہمیں قلم اٹھانا پڑا۔ اور اس کتاب میں ہم ان صحیح احادیث جنہیں آپ نے بڑی ڈھٹائی سے علمی خیانت، معنوی تحریف، اپنے رافضانہ انداز کے ساتھ نقل کیا ہے (جو کہ یقیناً ایک جھوٹ اور فراڈ کا ملمع ہے) کا بانگ دہل دفاع کریں گے۔ اور جہاں تک احیاء علوم الدین کا تعلق ہے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ احیاء دراصل تصوف کی معرکۃ الآرا کتاب ہے اسلام کی نہیں اسلام نام ہے قرآن و صحیح حدیث کا نہ کہ صوفیا مجذوبوں زاہدوں کے خود ساختہ بے حیاء عارفانہ کلام کا۔ احیاء العلوم کی فنی حیثیت کیا ہے امام زین الدین عراقی نے جب اس کی تحقیق و تخریج کی تو اس میں تقریباً 950 احادیث من گھڑت ثابت ہوئیں۔ علامہ تاج الدین محمد السبکیؒ نے طبقات الشافیعہ (۱) میں امام غزالی کی پیش کردہ بے سند احادیث پر مستقل ایک باب باندھا جو 100 سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

لہٰذا ڈاکٹر شبیر کی پیش کردہ روایت کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہم ان سے اتفاق کرتے ہیں کہ واقعی یہ روایت اسلام کے مجرموں نے گھڑی ہے۔

خیر خواہی کے نام پر آٹھواں (8) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

عائشہؓ فرماتی ہیں، رسول اللہ ﷺ اور میں ایک ٹب میں نہاتے تھے اور وہ ﷺ حالت حیض میں مجھ سے اختلاط فرمایا کرتے تھے۔ (اسلام کے مجرم، صفحہ 26)

---

(۱) طبقات الشافیعہ جلد 6 ص 287,389

ازالہ:۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے۔

عن عائشہؓ قالت کنت اغتسل أنا والنبیﷺ من اناء واحد کلانا جنب(1)وکان یأمرنی فاتزرفیبا شرنی وأنا حائض(2)

''عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور اللہ کے نبی ﷺ ایک ہی برتن سے غسل فرماتے تھے اور ہم حالت جنابت میں ہوتے۔اور آپ مجھے ازار باندھنے کا حکم دیتے اور مجھ سے حالت حیض میں اختلاط فرماتے''

ڈاکٹر شبیر نے یہاں حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے تلبیس سے کام لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور میں ایک ٹب میں نہاتے تھے حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ایک ٹب سے نہاتے تھے۔

قارئین کرام! اس حدیث سے جس مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ غسل کر سکتا ہے آخر اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ اگر ہم اس حدیث کا پس منظر دیکھیں تو اعتراض کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

عن عائشہ زوج النبیﷺ انھا اخبرتہ قالت کنت انام بین یدی رسول اللہﷺ ورجلائی فی القبلۃ فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلیَّ واذا قام بسطتھا۔۔۔۔ والبیوت یومیئذلیس فیھا مصابیح(3)

''ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور میرے

---

(1)صحیح بخاری کتاب الحیض،رقم الحدیث299

(2)صحیح بخاری کتاب الحیض،رقم الحدیث300

(3)مؤطا امام مالک باب المرأۃتکون بین الرجل یصلی۔۔۔رقم الحدیث288

پیر آپ ﷺ کے قبلے کی جانب ہوتے تھے پس جب آپ سجدہ کرتے تو میرے پیر کو دباتے میں اپنے پیر سمیٹ لیتی پھر جب آپ کھڑے ہوجاتے تو میں پیر پھیلا لیتی، **والبیوت یومئذ لیس فیھامصابیح** اوران دنوں گھر میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے۔"

ایک اور روایت میں مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

عن عائشۃؓ قالت:۔ فقدت رسول اللہ ﷺ لیلة من الفراش فالتمسته۔ فوقعت یدی علی بطن قدمیه وھو فی المسجدوھما منصوبتان(1)

"عائشہؓ فرماتی ہیں: میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کو بستر پر نہیں پایا تو میں نے آپ ﷺ کو ٹٹولنا شروع کیا تو میرے ہاتھ آپ ﷺ کے تلووں پر لگے اور آپ ﷺ سجدہ میں تھے۔"

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں عموماً اندھیرا رہا کرتا تھا ہفتوں چراغ نہیں جلتا تھا تو اس قدر اندھیرے میں ایک دوسرے کو دیکھنا محال تھا اور رہی بات پردہ پوشی کی تو حدیث میں صراحت موجود ہے کہ " **من اناء بینی وبینه واحد** "(2) کہ ہم ایک ٹب سے نہاتے تھے جو ہمارے درمیان رکھا ہوتا تھا لہٰذا یہ ٹب دونوں کے درمیان پردہ کا کام کرتا تھا۔

اگر اعتراض اس بات پر ہے کہ یہ فحش الفاظ۔ احادیث رسول اللہ ﷺ کس طرح ہوسکتے ہیں یا اس طرح کی حدیث کو بنیاد بنا کر غیر مسلم اسلام پر بے ہودہ اعتراض کرتے ہیں وغیرہ۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے مشرکین شروع دن ہی سے اسی طرح اسلام و مسلمانوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے رہے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عن سلمان قال:قال بعض المشرکین وھم یستھزء ون به لاری صاحبکم یعلمکم حتی الخراۃ قال سلمان اجل

---

(1)صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود رقم الحدیث1090

(2)صحیح مسلم کتاب الحیض باب قدر المستحب من الماء رقم الحدیث732

أمرنا أن لا نستقبل القبلة ولا نستنجي بأيماننا ولا نكتفي بدون ثلاثة أحجار ليس فيها رجيع ولا عظم(1)

''سلمان فارسیؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض مشرکوں نے بطور استہزاء کے کہا کہ میں تمہارے رسول اللہ ﷺ کو جانتا ہوں کہ وہ تمہیں ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں یہاں تک کہ قضائے حاجت کے طریقے بھی بتاتے ہیں۔ تو سلمان فارسیؓ نے جواب دیا۔ بالکل درست بات ہے آپؐ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی جانب منہ نہ کریں اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کریں اور تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفاء نہ کریں نیز ڈھیلوں میں گوبر اور ہڈی نہ ہو۔''

مذکورہ روایت میں صحابی رسول نے کس قدر فخر کے ساتھ طہارت پر مبنی مسائل کو بیان فرمایا اور ذرہ برابر بھی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوئے. ڈاکٹر شبیر! عرض یہ ہے کہ جس چیز کو آپ اسلام کا جرم سمجھ رہے ہیں۔ صحیح احادیث پر مبنی اس سرمائے پر ہم فخر کرتے ہیں اور'' ڈنکے کی چوٹ'' پر کہتے ہیں کہ دین اسلام ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے کہ ہمیں اپنی رہنمائی کے لئے باہر جانے کا تکلف نہیں کرنا پڑتا۔

ڈاکٹر شبیر!

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة (2) ''یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے'' ہی کا تقاضہ تھا کہ احادیث کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کے روز وشب اعمال واقوال خلوت وجلوت سے ضابطہ حیات تیار کروایا جارہا ہے۔ مسائل ڈھل رہے ہیں حرام وحلال جائز وناجائز میں احادیث وسنن کے ذریعے امتیاز کیا جارہا ہے آپ کو یہاں ہر وہ چیز دستیاب ہوگی جس سے تہذیب وتمدن اور انسانی ضابطہ حیات پر روشنی پڑتی ہو۔ ایسے بیش بہا سرمائے پر فخر کرنا چاہئے نہ کہ احساس کمتری کا شکار ہوکر ان پر اعتراضات شروع کردیئے جائیں۔

---

(1) مسند احمد 5/437 رقم الحديث 23593 قال احمد شاكر اسناده صحيح.

(2) سورہ الاحزاب۔ آیت 21

بالفرض اگر کوئی دشمن اسلام قرآن کی کسی آیت پر اعتراض کردے مثلاً ''افرأیتم ما تمنون (1) کہ اچھا ذرا یہ بتلاؤ کہ جو منی تم ٹپکاتے ہو. یا سورہ مریم میں مریمؑ کا حاملہ ہونے کا ذکر ہے۔تو ہم اس اعتراض کا کیا جواب دیں گے یقیناً تاویل کریں گے تو جب قرآن مجید کے لئے تاویل کرسکتے ہیں تو حدیث کے لئے کیوں نہیں؟۔

خیر خواہی کے نام پر نواں (9) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کو سرزنش کی تم نے شوہر دیدہ (بیوہ) عورت سے نکاح کیوں کیا؟ کنواری نوعمر لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔

مزید فرماتے ہیں: آپ تو بیواؤں اور بے سہاروں کا سہارا تھے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 26)

ازالہ:۔

یہ حدیث صحیح بخاری کتاب النکاح کا ایک جز ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے جابرؓ سے گھر کی جانب جلدی جانے کی وجہ دریافت فرمائی تو سیدنا جابرؓ نے عرض کیا کہ:

كنت حديث عهد بعرس قال ابكرام ثيبا ؟قلت ثيبا قال فهلا جارية تلاعبها وتلاعبك(2)

''فرماتے ہیں میری ابھی نئی نئی شادی ہوئی ہے رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا کہ کنواری سے شادی کی ہے یا شادی شدہ (بیوہ یا طلاق یافتہ) عورت سے۔تو میں نے عرض

---

(۱)سورالواقعہ۔آیت 58

(2)صحیح الصحیح بخاری کتاب النکاح باب تزویج الثیبات رقم الحدیث 5079

کیا کہ شادی شدہ عورت سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی تا کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔"

ڈاکٹر صاحب کو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا جابرؓ کو کنواری عورت سے شادی نہ کرنے پر سرزنش فرمائی یعنی جابرؓ کو بیواؤں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا۔ حالانکہ یہ بات غلط فہمی پر مبنی ہے۔

اگر ہم اس حدیث مبارکہ کا پس منظر پر نظر ڈالیں تو یہ حدیث باآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ غزوہ احد میں سیدنا جابرؓ کے والد گرامی سیدنا عبداللہؓ شہید ہو گئے تھے اور اپنے اوپر کچھ قرضہ اور نو بیٹیاں سوگوار چھوڑ گئے تھے تو اپنی بہنوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جابرؓ نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو عمر میں پختہ اور پہلے سے شادی شدہ تھیں جابرؓ فرماتے ہیں:

کن لی اخوات فاحببت ان اتزوج امرأة تجمعهن وتمشطهن وتقوم علیهن(1)

"میری چاہت تھی کہ میں اپنی بہنوں کی تربیت کے لئے ایسی عورت سے شادی کروں کہ وہ ان کا خیال رکھے، ان کے بال وغیرہ سنوارے اور ان پر بڑی بن کر رہے۔"

کنواری عورت سے شادی نہ کرنے کی وجہ بھی خود فرماتے ہیں کہ

هلك ابی وترك تسع بنات فتزوجت ثیبا كرهت ان اجیبهن بمثلهن۔

"اپنے والد کی شہادت کے بعد اپنی بہنوں کی تربیت کے لئے میں نے ایک شادی شدہ عورت سے نکاح کیا۔ مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ میں اپنی بہنوں پر ان جیسی ہی کوئی لڑکی لے آؤں"(2)

---

(1)فتح الباری جلد 9صفحہ 152

(2)فتح الباری جلد 9صفحہ 152

اس پس منظر سے جو مفہوم نکلتا ہے وہ یہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جابرؓ سے استفسار فرمایا کہ تم نے نکاح ثیبہ (شادی شدہ) سے کیا ہے یا باکرہ (کنواری) سے تو ان کا جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باکرہ سے نکاح کرتے کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔ جابرؓ نے ثیبہ سے نکاح کرنے کی وجہ بیان کیا کہ میں نے ثیبہ سے نکاح اپنے گھر کی دیکھ بھال اور بہنوں کی تربیت کے خاطر کیا تو آپ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور دعا دی **"بارك الله لك"**(1) اللہ تجھے برکت دے، اگر جابرؓ کے پاس یہ مجبوری نہ ہوتی تو آپ یقیناً باکرہ سے ہی نکاح کرتے۔

اور رہی بات اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی باکرہ سے نکاح کی ترغیب دلانا تو اس کے دو جواب ہیں۔

(1) ''نبی ﷺ کا فرمان ہے:

علیکم بالابکار فانھن اعذب افواھا وانتق ارحاما وارضی بالیسیر(2)

''کنواری لڑکیوں سے نکاح کرو اس لئے کہ وہ شیریں زبان ہوتی ہیں، ان سے اولاد زیادہ ہوتی ہے اور وہ قلیل عطیہ پر خوش ہو جاتی ہیں''

(2) ''عرب میں کنواری لڑکیوں سے نکاح کو ترجیح دی جاتی ہے''۔

ویرغب العرب فی التزوج بالابکار ،ویفضلون الأبکار الصغار علی الأبکار الکبار(3)

''اہل عرب عمومی طور پر کنواری لڑکیوں سے نکاح کرتے تھے اور کم عمر کنواری لڑکیوں کو بڑی عمر کی کنواری لڑکیوں پر ترجیح دیتے تھے۔''

---

(1) فتح الباری جلد 9 صفحہ 152

(2) ابن ماجہ کتاب النکاح باب تزویج الابکار رقم الحدیث 1861 حسنہ الالبانی۔

(3) المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام جلد 4 صفحہ 474

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنواری لڑکیوں سے نکاح کی ترغیب دلائی مگر شادی شدہ عورت سے نکاح کرنے سے منع بھی نہیں فرمایا جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کو نکاح کے بعد دعا دی اور خود آپ کی گیارہ بیویوں میں سے صرف ایک ہی کنواری تھیں کاش ڈاکٹر شبیر تھوڑی بہت تحقیق کر لیتے تو احادیث پر اعتراض نہ کرتے۔

بالفرض اگر رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کے موافق عمل شروع کر دیا جائے (یعنی شادی شدہ عورتوں سے نکاح) تو پھر کنواری عورتوں سے کون نکاح کرے گا اور خود ڈاکٹر شبیر کا اس بارے میں طرز عمل کیا ہے؟

خیر خواہی کے نام پر دسواں (10) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں،

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میرے بعد لوگوں پر عورت سے بڑھ کر فتنہ کوئی نہیں''

(اسلام کے مجرم صفحہ 26)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کی نقل کردہ حدیث صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے:

ما ترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء (1)

''رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے بعد لوگوں پر عورت سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں''

ڈاکٹر شبیر کا اس حدیث پر اعتراض ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ عورت کو فتنہ قرار دے رہے ہیں۔ اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کی ہو نہیں سکتی بلکہ کسی اسلام کے مجرم کی سازش ہے جس نے اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا۔

---

(1) صحیح بخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین رقم الحدیث 5096۔

اس حدیث پر غور کیا جائے تو عمومی طور پر عورت کو فتنہ قرار نہیں دیا گیا بلکہ ان عورتوں کو فتنہ قرار دیا گیا ہے کہ جن کے سبب سے انسان اللہ کی یاد اور جہاد وغیرہ سے دور ہو کر دنیاوی شہوات میں پڑ جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے:

زین للناس حب الشهوات من النساء (1)

''مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کر دی گئی ہیں جیسے عورتیں''

اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسلام کے حکومتی زوال میں عورت (مسلم یہود و نصرانی) نے اہم کردار ادا کیا ہے (2) یہی وجہ ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے صلیبی جنگوں کے لئے سپاہیوں کے انتخاب میں یہ شرط عائد کی تھی کہ انکی رغبت عورتوں میں کم ہو۔ آج اس جدید میڈیا کے دور میں کسی چیز کی اشتہار بازی کے لئے عورت کی عریانی و فحاشی کو جس طرح ماڈل بنا کر پیش کیا جا رہا ہے وہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس قسم کی عورت فتنہ نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورتوں کو فتنہ قرار دیا ہے تو دوسری جگہ عورت کو ماں کی شکل میں عزت دے کر جنت اس کے قدموں میں لا رکھ دی۔ اسی عورت ذات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة(3)

''تمام کی تمام دنیا ایک فائدہ ہے اور دنیا کا سب سے بہترین فائدہ نیک عورت ہے۔''

حیرت ہے ڈاکٹر شبیر کو اعتراض کے لئے صحیح بخاری کی حدیث تو نظر آ گئی مگر صحیح مسلم کی مذکورہ روایت جو کہ عورت کے فضائل و مناقب میں ہے نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

ڈاکٹر شبیر! قرآن کی اس آیت کا آپ کیا جواب دیں گے؟

---

(1) سورہ آل عمران آیت 14

(2) تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں تاریخ اندلس و بنات الصلیب۔

(3) رواہ صحیح مسلم بحوالہ مشکوۃ کتاب النکاح الفصل الاول رقم الحدیث 3083.

یایھا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوالکم فاحذروھم (1)

''اے ایمان والوں تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہارے دشمن ہیں''

پس جو جواب آپ اس آیت کا دیں گے وہی اس حدیث کا ہے۔

خیر خواہی کے نام پر گیارہواں (11) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر حافظ ابن قیمؒ کی کتاب زاد المعاد کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ: اونٹنی کے تازہ دودھ اور پیشاب کو ملا کر پینا بہت سے امراض کے لئے شافی دوا ہے۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 27)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے جس قول کو نقل کیا ہے اس کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔

عن انسؓ أن اناساأجتووا فی المدینة فأمرھم النبی ان یلحقوا براعیه ۔یعنی الابل ۔فیشروبوا من البانها وابوالها حتی صلحت ابدانهم (2)

''قبیلہ عکل اور عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مدینے کی آب وہوا موافق نہ آنے پر وہ لوگ بیمار ہو گئے (ان کو استسقاء یعنی پیٹ میں یا پھیپڑوں میں پانی بھرنے والی بیماری ہو گئی) رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے اونٹنی کے دودھ اور پیشاب کو ملا کر پینے کی دوا تجویز فرمائی۔ اس کو پینے کے ساتھ ہی وہ لوگ تندرست ہو گئے''

---

(1) سورۃ التغابن ۔آیت 14

(2) صحیح بخاری کتاب الطب باب الدواء بابوال الابل رقم الحدیث 5686

قارئین کرام! اس حدیث پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو اونٹنی کا پیشاب پلوایا جو کہ حرام ہے رسول اللہ ﷺ کی پاکباز ہستی سے ایسا حکم و کلام کا صادر ہونا بعید از عقل ہے۔ غالباً ڈاکٹر شبیر کی بھی یہی منشاء ہے۔

اس اعتراض کے دو جواب ہیں (1) نقلاً (2) عقلاً۔

قرآن مجید میں حلال وحرام سے متعلق کچھ اشیاء کا ذکر ہوا ہے۔

انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اھل به لغیر الله (1)

''تم پر مردار، خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے''

اللہ تعالیٰ نے بالکلیہ اصولی طور پر مندرجہ بالا اشیاء کو اہل ایمان پر حرام کر ڈالا ہے مگر اس کے ساتھ ہی کچھ استثناء بھی کر دیا۔

'' فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه ''

''جو شخص مجبور (بھوک کی شدت سے موت کا خوف) ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بس وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو''(2)

اگر آپ کے نزدیک اونٹنی کا پیشاب پینا ناجائز ہے تو اللہ رب العالمین نے جب مجبوری کی حالت میں حرام اشیاء کا استعمال حسب ضرورت جائز قرار دیا تو پھر بیماری اور مجبوری کی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے اگر چند انسانوں کو اونٹنی کا پیشاب پلوا دیا جس سے ان کو اللہ کے اذن سے شفاء بھی مل گئی تو آخر اس میں اعتراض کیا ہے؟

ڈاکٹر شبیر نے حدیث رسول ﷺ کو پرکھنے کے لئے خود ساختہ اصول پیش کیا ہے کہ (ہر حدیث کو قرآن پر پیش کیا جائے) قرآن میں تو کسی بھی مقام پر اونٹنی کے پیشاب کو حرام قرار نہیں دیا گیا۔ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے متعارض نہیں ہے۔

---

(1) سورۃ البقرۃ۔ آیت 173 (2) سورۃ البقرۃ۔ آیت 173

خلاصہ: جس طرح اضطراری کیفیت میں قرآن حرام اشیاء کی رخصت دیتا ہے اسی طرح حدیث نے بھی اسی کیفیت کی بناء پر استثناء کیا۔ اب جو اعتراض حدیث پر ہے وہی قرآن پر وارد ہوتا ہے۔

عکل اور عرینہ کے لوگوں میں جو بیماری تھی اسے موجودہ طبی سائنس میں پلیورل ایفیوزن (Pleural Effusion) اور ایسائٹیز (Ascites) کہا جاتا ہے۔ یہ انتہائی موذی مرض ہے پلیورل ایفیوزن کے مریض کو بے حس کر کے پسلیوں کے درمیان آپریشن کر کے سوراخ کیا جاتا ہے، اس سوراخ سے پھیپھڑوں میں چیسٹ ٹیوب (Chest Tube) داخل کیا جاتا ہے اور اس ٹیوب کے ذریعہ مریض کے پھیپھڑوں کا پانی آہستہ آہستہ خارج ہوتا ہے، اس عمل کا دورانیہ 6 سے 8 ہفتہ ہے (اس مکمل عرصے میں مریض ناقابل برداشت درد کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ اور بعض اوقات تو وہ موت کی دعائیں مانگ رہا ہوتا۔ یہ حالت میں نے خود کراچی کے ہسپتالوں میں ان وارڈز کے دورے کے دوران دیکھا ہے)۔ ایسائٹیز کے مریض کے پیٹ میں موٹی سرنج داخل کر کے پیٹ کا پانی نکالا جاتا ہے یہ عمل بار بار دہرایا جاتا ہے۔ ان دونوں طریقوں میں مریض کو مکمل یا جزوی طور پر بے حس کیا جاتا ہے (1)

اللہ کے نبی ﷺ نے خیر القرون میں اس بیماری کا علاج اونٹنی کا دودھ اور پیشاب تجویز فرمایا تھا جو کہ آج بھی کارآمد ہے۔ ڈاکٹر خالد غزنوی اپنی کتاب علاج نبوی اور جدید سائنس میں تحریر فرماتے ہیں۔

ہمارے پاس اسی طرح کے مریض لائے گئے عموماً 4 سال سے کم عمر کے بچے اس کا شکار تھے ہم نے محمد ﷺ کی اس حدیث پر عمل کیا اونٹنی کا دودھ اور پیشاب منگوایا اور دونوں کو ملا کر ان بچوں کو پلا دیا کچھ ہی عرصے بعد ان کے پھیپڑوں اور پیٹ کا سارا پانی پیشاب کے ذریعے باہر آ گیا اور بچے صحت یاب ہو گئے۔ الحمد للہ، اور آج وہ جوان ہیں۔ (2)

---

(1) Short Practice of Surgery page 698-703 & 948-950

(2) علاج نبوی اور جدید سائنس جلد 3 باب Ascites

خیر خواہی کے نام پر بارہواں (12) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں،

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منگل خون کا دن ہے اس دن خون تھمتا ہی نہیں''

(اسلام کے مجرم صفحہ 27)

ازالہ:۔

یہ روایت سنن ابی داؤد میں موجود ہے:

ان ابا ھا کان ینھی اھلہ عن الحجامة یوم الثلاثاء ویزعم عن رسول اللہ ﷺ ان یوم الثلاثاء یوم الدم وفیہ ساعة لا یرقا۔(1)

''ان کے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے روز حجامت سے منع فرماتے تھے ان کے زعم میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ منگل کا دن خون کا دن ہے اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں خون تھمتا ہی نہیں۔''

ڈاکٹر شبیر کی نقل کردہ روایت ضعیف ہے صاحب عون المعبود نے امام جلال الدین سیوطیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

'' اوردہ ابن جوزی فی الموضوعات''(2)

''اس حدیث کو ابن جوزی نے تذکرۃ الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔''

اس کی سند میں بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرۃ الثقفی ہے۔ جو کہ اس روایت کے قبول کرنے کے لئے حجت نہیں اور اس روایت کو قبول کرنے کی راہ میں حائل ہے۔

---

(1) ابو داؤد کتاب الطب باب متی تستحب الحجامة 3858

(2) عون المعبود جلد 10 صفحہ 192

امام محمد بن عمرو العقیلیؒ فرماتے ہیں۔

لایتابع علی حدیثه فی ترك الحجامة یوم الثلاثاء الذی فیه ساعة لایرقأ فیها الدم (1)

''بکار بن عبدالعزیز کی وہ روایت جس میں منگل کے روز حجامت سے منع فرمایا گیا ہے متابعت نہیں اس لئے ضعیف ہے۔''

مزید اس کی سند میں کیسۃ بنت ابی بکرۃ کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

لا یعرف حالها (2)

''اس کا حال معروف نہیں۔''

والحدیث ضعفه البیهقی (3)

''اس حدیث کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے۔''

الغرض جب یہ روایت ضعیف ہے تو اس کا جواب دینا ضروری نہیں۔

ڈاکٹر شبیر خود کو اپنا تیئں بہت بڑا محقق گردانتے ہیں ان کو مختلف زبانوں میں بڑا عبور حاصل ہے احادیث و آثار نقل کرتے وقت کافی تساہل اور بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں اکثر ان احادیث پر اعتراض کرتے ہیں جن کو محدثین کرام نے پہلے ہی من گھڑت وموضوع کہہ کر رد کر دیا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث بھی اسی قبیل کی ہے کاش ڈاکٹر شبیر تحقیق کی عینک سے مطالعہ فرماتے تو اعتراض نہ کرتے۔

خیر خواہی کے نام پر تیرہواں (13) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں،

ایک حسین عورت نبی ﷺ کے پیچھے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے آیا کرتی تھی کچھ صحابہ

(1) کتاب الضعفاء جلد 1 صفحہ 172، تھذیب التھذیب جلد 1 صفحہ 499

(2) تقریب التھذیب 11748

(3) انوار الصحیفہ صفحہ 98

جان بوجھ کر پیچھے کی صف میں شریک ہوتے تھے تا کہ رکوع کی حالت میں اسے جھانکتے رہیں۔ ہم اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی (اس آیت کا یہی مطلب امام ترمذی بیان کرتے ہیں یعنی اس عورت کو تاکنے والے) کیا صحابہ کا یہی کردار تھا ظاہر ہے کہ یہ روایت دشمنوں کی وضع کردہ ہے۔
(اسلام کے مجرم صفحہ 29)

ازالہ:۔

جامع ترمذی میں یہ روایت منقول ہے

عن ابن عباس كانت امرأة تصلى خلف رسول الله ﷺ حسناء من احسن الناس فكان بعض القوم يتقدم حتى يكون في الصف الأول لئلا يراها ، وليستاخر بعضهم حتى يكون في الصف الموخر ،فاذا ركع نظر من تحت ابطيه فانزل الله (1)(ولقد علمنا المستقدمين منكم ولقد علمنا المستأخرين (2)

''عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک خوبصورت سی عورت اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتی تھی پس بعض لوگ صف اول میں داخل ہوجاتے تا کہ اس عورت کو نہ دیکھیں اور بعض پچھلی صفوں میں ہوجاتے پس جب رکوع کرتے تو اپنی بغلوں سے جھانک کر اس عورت کو دیکھتے پس اللہ رب العالمین نے یہ آیت نازل فرمائی 'ہم خوب جانتے ہیں تم میں سے ان لوگوں کو جو آگے بڑھنے والے ہیں اور ان لوگوں کو جو پیچھے ہٹنے والے ہیں'۔''

---

(1)جامع ترمذی کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحجر رقم الحدیث 3122

(2)الحجر آیت 24

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کے ترجمہ میں بہت زیادہ علمی خیانت کی ہے۔حدیث کے الفاظ "بعض القوم" (کچھ لوگ) کا ترجمہ "کچھ صحابہ" کیا ہے جس سے ان (ڈاکٹر شبیر) کی حدیث وصحابہؓ دشمنی ظاہر ہوتی ہے۔مزید براں "اس آیت کا یہی مطلب امام ترمذی بیان کرتے ہیں یعنی اس عورت کو تاکنے والے" یہ عبارت ڈاکٹر شبیر کی وضع کردہ ہے۔ یہ ایک جھوٹ ہے جو ڈاکٹر شبیر نے امام ترمذی پر چسپاں کیا ہے یہ قول جامع ترمذی میں کہیں منقول نہیں۔

زیر بحث روایت پر ایک نظر:۔

یہ روایت ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ (۱) سے منقول ہے جو کہ ثقہ ہونے کے باوجود بہت زیادہ مرسل روایات بیان کرتے ہیں امام بخاری ان کے متعلق فرماتے ہیں " فی اسنادہ نظر " (2) "اس کی سند میں کلام ہے" یہ روایت بھی خود ان کا اپنا قول ہے نہ کہ ابن عباسؓ کا جیسا کہ امام ترمذی نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ:

وروی جعفر بن سلیمان هذا الحدیث عن عمروبن مالك عن ابی الجوز اء نحوه ولم یذکرفیه عن ابن عباس وهذا اشبه ان یکون اصح من حدیث نوح (3)

"جعفر بن سلیمان نے اس حدیث کو عمرو بن مالک عن ابی الجوزاء کے طریق سے روایت کیا ہے مگر اس میں ابن عباس کا ذکر نہیں۔اور جعفر بن سلیمان والی حدیث نوح بن قیس کی روایت سے زیادہ صحیح ہے"

جعفر بن سلیمان والی روایت تفسیر عبدالرزاق میں موجود ہے (4)

(1)تقریب التھذیب جلد 1صفحہ 95

(2)تاریخ الکبیر 16/1

(3)جامع ترمذی مع تحفۃ جلد 8صفحہ 528

(4)تفسیر عبدالرزاق جلد 2صفحہ 256رقم 1445

حافظ ابن کثیر اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں " **ھذا فیہ نکارۃ شدیدۃ**"(1) اس کا متن شدید منکر ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ روایت صحیح نہیں۔

بالفرض اگر اس کو صحیح مان بھی لیں تو اس روایت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ روایت میں ہے " **ولیستاخر بعضھم**" بعض لوگ پیچھے صف میں ہوتے تھے۔ تو یہاں مراد صحابہؓ نہیں ہیں بلکہ ابوداؤد الطیالسی کی روایت میں ہے کہ:

فکان احدھم ینظر الیھامن تحت ابطہ (2)

"ان میں سے کوئی ایک اپنی بغلوں میں سے جھانک کر دیکھتا تھا۔"

ڈاکٹر شبیر ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا کردار ایسا نہیں تھا وہ نہایت پاکباز ہستیاں تھیں جن کو اللہ رب العالمین نے معیار ہدایت بنایا ہے۔

فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقداھتدوا(3)

"اگر ہدایت چاہتے ہو تو ان (صحابہ) جیسا ایمان لاؤ۔"

صحابہ کرام تو صف اول کے لئے بڑی جدوجہد کیا کرتے تھے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے وہ بھلا ایسی حرکت کس طرح کر سکتے تھے۔ پچھلی صفیں تو منافقین کی ہوتی تھیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی (4)

"جب منافقین نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔"

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

---

(1)تفسیر ابن کثیر جلد 3صفحہ 195
(2)ابوداؤد الطیالسی رقم الحدیث2712
(3)سورہ بقرۃ۔آیت137
(4)سورۃ نساء۔آیت143

ولقد رأيتنا وما يتخلف عن الجماعة الامنافق معلوم النفاق (1)

"ہم جانتے ہیں کہ جماعت میں پیچھے صرف منافقین ہوتے تھے کہ جن کا نفاق واضح تھا"

عظیم محدث محمد ناصر الدین البانی ؒ فرماتے ہیں:

ثم ماالمانع ان يكون اولئك الناس المستاخرون من المنافقين الذين يظهرون الايمان ويبطنون الكفر (2)

"پس اس بات کو کیا مانع ہے کہ پچھلی صفوں والے منافقین میں سے ہوں جو اپنے ایمان کا اظہار کرتے اور اپنے کفر کو چھپاتے ہوں۔"

الحمدللہ حدیث اعتراض سے پاک ہے۔

خیر خواہی کے نام پر چودھواں (14) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں۔

خولہؓ بنت حکیم نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے لئے تحفتاً پیش کیا۔ حضرت عائشہؓ بولیں۔ عورت کو ایسا کہتے شرم نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی تو حضرت عائشہؓ بولیں یارسول اللہ ﷺ میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہشات کو پورا کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 27)

ازالہ:۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے۔

كانت خولة بنت حكيم من اللائى وهبن انفسهن للنبى ﷺ

---

(1) رواه صحيح مسلم في كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب صلاة الجماعة من سنن الهدى حديث 1488

(2) سلسلة الاحاديث الصحيحة جلد 5 صفحه 612 رقم الحديث 2472

فقالت عائشه اما تستحی المرأة ان تهب نفسها للرجل؟فلما نزلت (ترجی من تشاء منهن)قلت یا رسول الله ماأری ربك الا یسارع فی هواك(1)

’’خولہؓ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ہبہ کیا تھا پس عائشہؓ نے (خبر ہونے پر) فرمایا کہ عورت کو ایسا کرنے میں حیا نہیں آتی۔‘‘

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ (جس کو آپ چاہیں دور کردیں اور جس کو چاہیں قریب کرلیں) تو میں (عائشہؓ) نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہشات پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

ڈاکٹر شبیر نے خوانخواہ حدیث کو اعتراضاً نقل کیا ہے اس لئے کہ حدیث کا جواب قرآن میں بعینہ موجود ہے۔

وامرأة مومنة ان وهبت نفسها للنبی ان ارادالنبی ان یستنكحها ۔ خالصة لك من دون المؤمنین ۔(2)

’’وہ مسلمان عورت بھی جو اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لئے ہبہ کردے اور نبی ﷺ اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں تو یہ رعایت صرف آپ کے لئے ہے کسی مومن کے لئے نہیں۔‘‘

اب جو اعتراض حدیث پر ہورہا ہے وہی قرآن پر وارد کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر شبیر نے مغالطہ دے کر حدیث کو مختصراً ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث میں اس کا مفصل جواب موجود ہے جب خولہ بنت حکیمؓ نے نبی ﷺ کو اپنی ذات ہبہ کی تو اس کی اجازت کے لئے اس آیت کا نزول ہوا’’**ترجی من تشاء منهن وتؤوی الیك من تشاء**‘‘(3) آپ جس بیوی کو چاہیں علیحدہ رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور علیحدہ رکھنے کے بعد جسے چاہیں اپنے پاس واپس بلائیں آپ پر کوئی مضائقہ نہیں ۔یعنی آپ ﷺ کو اس کا اختیار دیا گیا تھا۔

---

(1)صحیح بخاری کتاب النکاح باب هل للمرأة ان تهب نفسها لاحد؟ رقم الحدیث 5113

(2)سورۃ الاحزاب ۔آیت 50 (3)سورۃ الاحزاب ۔آیت 51

جہاں تک عائشہؓ کا قول ہے کہ (عورت کو ایسا کہتے حیاء نہیں آتی) تو یہ اس وقت کی بات ہے جب آیت کا نزول نہیں ہوا تھا اور جب آیت نازل ہوگئی تو ام المؤمنین عائشہؓ نے ایسے الفاظ کا اعادہ نہیں کیا۔

ڈاکٹر شبیر نے حدیث کا ترجمہ کیا ہے (خود کو نبی ﷺ کے لئے تحفتاً پیش کیا) اس طرز کے ترجمے کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی طرف فحاشی اور بے راہ روی کا انتساب کیا جارہا ہے۔

ہبہ کا لغوی معنیٰ Gift اور تحفے کے ہیں مگر اس کا شرعی معنیٰ عقد و نکاح کے ہیں (1) اور اسکی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے کہ (**أن یستنکحها**) کہ نبی ﷺ اس سے نکاح کریں۔ کاش ڈاکٹر شبیر دیانت اور تحقیق کا دامن نہ چھوڑتے اور قرآن وحدیث کا صحیح مطالعہ کرتے تو اس طرح کی فحش غلطیوں کا ارتکاب نہ کرتے۔

خیر خواہی کے نام پر پندرہواں (15) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی صفیہؓ سے کہا "او سر منڈی ہلاک ہوئی۔"

(اسلام کے مجرم صفحہ 31)

ازالہ:۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے۔

" لما أراد رسول الله ﷺ أن ینفر اذا صفیة علی خبائها کئیبة فقال لها عقری ۔ او حلقی انك لحا بستنا أکنت أفضت

---

(1) فتح الباری جلد 9 صفحہ 204

یوم النحر ؟ قالت نعم قال فانفری اذاً ''(1)

''عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب (حج وداع سے فارغ ہوکر) کوچ کا ارادہ فرمایا تو خیمے کے دروازے پر ام المؤمنین صفیہؓ کو رنجیدہ کھڑے دیکھا تو آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ 'او سرمنڈی ہلاک ہوئی' تو شاید ہم کو روک کر رکھے گی کیا تو نے دسویں تاریخ کو طواف زیارت کیا تھا انہوں نے کہا جی ہاں کر چکی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر ہمارے ساتھ کوچ کرو۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے جس جملے پر اعتراض کیا گیا ہے وہ ہے ''او سرمنڈی ہلاک ہوئی'' اور غالباً اعتراض یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اس طرح کے الفاظ کیونکر استعمال کر سکتے ہیں؟ یہ الفاظ تو بددعا کے لئے ہے اور آپکو تو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا تھا ذاتی تکالیف پہنچانے والوں کے لئے بھی آپ ﷺ نے کبھی بددعا نہیں کی۔

ڈاکٹر شبیر نے تو حدیث کا ایک حصہ نقل کیا ہے اگر وہ حدیث مکمل نقل کرتے تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ام المؤمنین صفیہؓ کو بددعا نہیں بلکہ محاورۃً اس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے تھے۔

اہل عرب اس طرح کے محاورے عموماً استعمال کیا کرتے تھے۔ بعض احادیث میں اس طرح کے دیگر محاورے منقول ہیں۔ مثلاً۔

(1) **تربت یداك** ------------- تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

(2) **رغم انفك** --------------- تیری ناک خاک آلود ہو۔

(3) **ثکلتك امك** ------------- تیری ماں تجھ کو گم کردے۔

یہ الفاظ کلام عرب میں محاورۃً تنبیہ اور کسی کام کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ان کو کہنے کا مقصد نہ تو بددعا ہوتا ہے اور نہ ہی طعن زنی مراد ہوتی ہے۔

ڈاکٹر شبیر نے خوامخواہ تحقیق و مطالعہ سے روگردانی کرتے ہوئے پوری حدیث ذکر نہیں

---

(1) صحیح بخاری کتاب الطلاق باب قولہ تعالی ولا یحل لھن ان یکتمن۔ رقم الحدیث 5329

فرمائی بلکہ حدیث کا ٹکڑا ذکر کر کے حدیث رسول ﷺ کو محل اعتراض بنادیا۔ حالانکہ اردو زبان میں بھی اس طرح کے محاورات عام ہیں۔

(1) دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔

(2) ساون کے اندھے کو ہرا ہی نظر آتا ہے۔

(3) اپنے منہ میاں مٹھو بننا۔

اگر ان محاورات کا انتساب کسی شخص کی طرف کیا جائے تو کیا اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ منسوب الیہ شخص کو کتا اندھا یا طوطا کہہ اسکو مطعون کیا جارہا ہے یقیناً ایسی بات نہیں تو پھر حدیث پر اعتراض چہ معنی؟

بالفرض اگر اس سے مراد بد دعا بھی لی جائے جو کہ محال ہے تو اس بد دعا کو دعا پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے۔

''میں نے اپنے رب سے شرط کر لی ہے کہ اگر میں کسی کو بد دعا دوں اور وہ اس کا مستحق نہیں تو میری بد دعا کو اس کے حق میں طہارت پاکیزگی اور اپنے تقرب کا ذریعہ بنا دے۔(1)

خیر خواہی کے نام پر سولہواں (16) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے اسکے اوپر سات پہاڑی بکرے ہیں ان بکروں پر عرش الٰہی ہے۔'' اگر ہندو کہے کہ زمین گائے کے سینگوں پر قائم ہے تو اعتراض کیوں؟ (اسلام کے مجرم صفحہ 27)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

یہ روایت جامع ترمذی میں موجود ہے(2)

---

(1) صحیح مسلم کتاب البر و الصلة

(2) جامع ترمذی کتاب التفسیر اتفسیر سورہ الحاقة

ڈاکٹر شبیر نے یہاں بھی تحقیق سے کام نہیں لیا بلکہ اس حدیث کو تقید برائے تنقید کے تحت نقل کر دیا حالانکہ محدثین اور اصحاب فنون اس روایت کو ضعیف کہہ کر پہلے ہی رد کر چکے ہیں کیونکہ مذکورہ حدیث کی سند میں ایک راوی ہے ''عبداللہ بن عمیدہ'' جس کا سماع احنف سے ثابت نہیں اور نہ ہی اس نے احنف کا دور پایا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں

لانعلم له سماعاً من الاحنف (1)

عصر حاضر کے عظیم محدث علامہ ناصر الدین البانیؒ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (2) دوسری وجہ یہ ہے کہ ''سماک'' جو کہ مذکورہ حدیث کا ایک راوی ہے اگر کسی روایت میں متفرد ہو تو قابل حجت نہیں اور یہاں سماک متفرد ہے۔

امام نسائی فرماتے ہیں:

كان ربما لقن فاذا انفرد بأصل لم يكن حجة (3)

''یہ بعض اوقات تلقین کرتا تھا اور جب اصل روایت میں متفرد ہو تو حجت نہیں۔''

امام ابن العربیؒ اس حدیث کے تحت حاشیہ میں فرماتے ہیں ۔ یہ روایت اہل کتاب سے ماخوذ ہے ان کی کوئی اصل صحیح نہیں۔ (4)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف حدیث پر اعتراض فضول ہے۔

خیر خواہی کے نام پر سترھواں (17) اعتراض:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کی عمر 6 سال تھی جب ان سے خلوت کی گئی تو عمر 9 سال تھی۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 31)

---

(1) تاریخ الکبیری جلد 5 صفحہ 159

(2) ضعیف ترمذی تفسیر الحاقة رقم الحدیث 3554

(3) تهذیب التهذیب جلد 3 صفحہ 517-518

(4) عارضة الاحوذی بشرح الترمذی

ڈاکٹر شبیر اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''قرآن کے مطابق ذہنی اور جسمانی بلوغت نکاح کے لئے لازم ہے قرآن نکاح کو انتہائی سنجیدہ معاہدہ کہتا ہے بچے سنجیدہ معاہدہ کیسے کر سکتے ہیں اگر آپ کی بیٹی یا بہن 6 یا 9 سال کی ہے تو آپ اس موضوعہ روایت کا زہر محسوس کر سکتے ہیں''۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 31)

ازالہ:۔

زیر بحث روایت صحیح بخاری میں موجود ہے جو کہ حدیث رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ عائشہؓ کا اپنا قول ہے کہ:

ان النبی ﷺ تزوجها وهی بنت ست سنین وبنی بها وهی بنت تسع سنین (۱)

''عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے چھ برس کی عمر میں نکاح کیا اور نو برس کی عمر میں رخصتی کی گئی''

(1) روایت کا ترجمہ کرتے وقت ڈاکٹر شبیر نے بنٰی کا ترجمہ خلوت کیا ہے جو کہ غلط ہے بنٰی کا معنی رخصتی ہے نہ کہ خلوت (2)

(2) اس روایت کو ڈاکٹر شبیر نے موضوع کہا ہے اگر ہم غلط نہیں تو ڈاکٹر شبیر ائمہ جرح وتعدیل کی ا، ب، ج بھی نہیں جانتے اور حدیث پر موضوع کا حکم لگا رہے ہیں۔ این بوالعجبی است۔

(3) کیا عائشہؓ بوقت رخصتی نابالغہ تھیں اور اگر نابالغہ تھیں تو قرآن نے کہاں نابالغہ سے نکاح ممنوع قرار دیا ہے۔

(4) ڈاکٹر شبیر تحریر فرماتے ہیں۔ ''قرآن کے مطابق ذہنی اور جسمانی بلوغت نکاح کے لئے لازم ہے''۔ هذا بهتان عظیم۔ قرآن حکیم میں ایسا حکم کہیں موجود نہیں۔ حالانکہ

---

(1) صحیح بخاری کتاب النکاح باب تزویج الأب ابنة من الامام رقم الحدیث 5134

(2) النهایه فی غریب الحدیث جلد 1 صفحه 156

قرآن مجید تو اس کے بالکل برعکس اصول بیان کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والٓئ یئسن من المحیض من نساءِ کم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر والٓئ لم یحضن (1)

''اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تمہیں کچھ شبہ ہو تو انکی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض شروع نہ ہوا ہو۔''

مندرجہ بالا آیت میں اللہ رب العالمین عدت کے قوانین بیان کر رہا ہے کہ،

(1) وہ عورتیں جنہیں حیض آنا بند ہو گیا ہو۔ان کی عدت تین ماہ ہے۔

(2) وہ عورتیں جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو ان کی عدت بھی تین ماہ ہے (یعنی جو ابھی بالغ نہیں ہوئیں)

قارئین کرام!

عورت پر عدت کے احکام خاوند کے انتقال کے بعد لاگو ہوتے ہیں۔

یعنی ---------نکاح ہوا--------شوہر مر گیا-------------پھر عدت ہوگی۔

اب وہ لڑکی جس کو ابھی حیض نہیں آیا (یعنی بالغ نہ ہوئی) نکاح کے بعد اس کی عدت کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور عدت منکوحہ کے لئے ہے لہٰذا کم سن کا نکاح اور عدت کا بیان قرآن مجید میں موجود ہے اب جو اعتراض حدیث پر ہے وہی قرآن پر ہوتا ہے۔

مزید برآں:

ہر ملک وعلاقے کے ماحول کے مطابق لوگوں کے رنگ وروپ جسمانی وجنسی بناوٹ عادت واطوار جس طرح باہم مختلف ہوتے ہیں اسی طرح سن بلوغت میں بھی کافی تفاوت وفرق ہوتا ہے۔جن ممالک میں موسم سرد ہوتا ہے وہاں بلوغت کی عمر زیادہ ہوتی ہے اور جہاں موسم گرم

---

(1) سورہ الطلاق ۔آیت 4

ہوتا ہے وہاں بلوغت جلد وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔ مثلاً عرب ایک گرم ملک ہے اور وہاں کی خوراک بھی گرم ہوتی ہے جو کہ عموماً کھجور اور اونٹ کے گوشت پر مبنی ہوتی ہے اس لئے ام المؤمنین عائشہ ؓ کا 9 سال کی عمر میں بالغ ہو جانا بعید از عقل نہیں۔ ماضی قریب میں بھی اسی طرح کا ایک واقعہ رونما ہوا کہ 8 سال کی بچی حاملہ ہوئی اور 9 سال کی عمر میں بچہ جنا۔(1) دور حاضر کے نامور اسلامک اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائیک اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں ''حدیث عائشہؓ کے بارے میں میرے ذہن میں بھی کافی شکوک وشبہات تھے۔ بطور پیشہ میں ایک میڈیکل ڈاکٹر ہوں۔ ایک دن میرے پاس ایک مریضہ آئی جس کی عمر تقریباً 9 سال تھی اور اسے حیض آ رہے تھے تو مجھے اس روایت کی سچائی اور حقانیت پر یقین آ گیا''(2) اب بھی اگر اعتراض باقی ہے تو قرآن میں اللہ رب العالمین نے نوح علیہ السلام کی طویل العمری کا ذکر فرمایا ہے کہ:

فلبث فیھم الف سنة الا خمسین عاما (3)

''نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال ٹھہرے''

یہ بات بھی ناقابل اعتبار اور عقل کے خلاف نظر آتی ہے تو اس کا آپ کیا جواب دیں گے؟ پس جو جواب آپ دیں گے وہی حدیث کا سمجھ لیں ''**فما جوابکم فھو جوابنا فلله الحمد**''

خیر خواہی کے نام پر اٹھارہواں (18) اعتراض:

خیبر کا قلعہ فتح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے (یہودی عورت) صفیہ کا حسن وجمال بیان کیا گیا۔ اس کا شوہر مارا گیا تھا اور وہ نئی دلہن تھی رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے لئے منتخب کر لیا

(1) روزنامہ DAWN 29 مارچ 1966
(2) ARY پر ڈاکٹر شاہد مسعود کے ساتھ ایک نشست، دیکھنے کے لئے ہماری website وزٹ کریں www.wkrf.net
(3) سورۃ عنکبوت، آیت 14

پھر آپ نے خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان ٹھہر کر صفیہ سے خلوت وصحبت کی (خلاصہ حدیث) نہ صرف ان دونوں احادیث میں نکاح کا ذکر نکال دیا گیا ہے بلکہ یہ تک کہا گیا ہے کہ صحابہ کو معلوم ہی خلوت کے بعد ہوا کہ صفیہؓ ام المؤمنین بن گئی ہیں۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 33)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے جس حدیث کا خلاصہ پیش کیا ہے اس روایت کو امام بخاریؒ نے تقریبا 32 جگہ مختصر ومفصل ذکر فرمایا ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ ڈاکٹر شبیر نے حدیث کا سرسری مطالعہ کر کے اور حدیث کے اختصار کو سامنے رکھ کر حدیث کو محل اعتراض بنادیا اگر وہ صرف تھوڑی سی تحقیق کر لیتے اور صحیح بخاری میں موجود اس حدیث کے تمام طرق جمع کر لیتے تو ان کو اس قسم کے بے ہودہ اعتراض اور غلط بیانی سے کام نہ لینا پڑتا۔

ڈاکٹر صاحب کو اس حدیث پر جو اعتراض ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(1) رسول اللہ ﷺ سے صفیہؓ کا حسن جمال بیان کیا گیا۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے بغیر نکاح ام المؤمنین صفیہؓ سے خلوت کی۔

(3) صحابہ کو خلوت کے بعد معلوم ہوا کہ صفیہؓ ام المؤمنین بن چکی ہیں۔

اب صحیح بخاری کی حدیث کا جزء ملاحظہ فرمائیں۔

”فاصبنا ھا عنوة مجمع السبی فجاء دحية فقال يا نبی الله اعطنی جارية من السبی قال اذهب فخذ جارية فا خذ صفيه بنت حيی فجاء رجل الی النبی ﷺ فقال يا نبی الله اعطيت دحية صفية بنت حيی سيدة قريظة والنضير؟ لاتصلح الالك قال ادعوه بها ۔ فجاء بها فلما نظر اليها النبی قال وخذ جارية من السبی غيرها قال فأعتقها النبی ﷺ وتزوجها (1)

(1) صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب مایذکر فی الفخذ رقم الحدیث 321

انس ؓ فرماتے ہیں:

”پس جب ہم نے لڑ کر خیبر فتح کر لیا اور قیدیوں کو جمع کرنا شروع کر دیا گیا تو سیدنا دحیہ ؓ آئے اور عرض کیا کہ قیدیوں میں سے کوئی باندی مجھے عنایت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور کوئی باندی لے لو تو انہوں نے صفیہ ؓ بنت حیی کو اپنے لئے پسند کر لیا۔ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ صفیہ ؓ قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی ہیں انہیں آپ نے دحیہ کو دے دیا ہے وہ تو صرف آپ ہی کے لئے مناسب تھیں اس پر آپ نے فرمایا کہ دحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ پس جب نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو دحیہ کو فرمایا کہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے صفیہ کو آزاد کر کے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔“

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر نے خلاصہ حدیث کے نام پر جو مغالطہ دینے کی کوشش کی تھی صحیح بخاری کی اس روایت نے ان کو بالکل صاف اور واضح کر دیا ہے۔

(1) مذکورہ حدیث میں نہ صرف رسول اللہ ﷺ کے نکاح کا ذکر موجود ہے بلکہ اسی روایت کے آخر میں ولیمہ کا تذکرہ بھی ہے۔ فتدبر۔

(2) مذکورہ حدیث میں صفیہ ؓ بنت حیی کا حسن و جمال نہیں بلکہ حسب ونسب بیان کیا گیا تھا۔ جس کو اہل عرب بڑے عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اسی وجہ سے اس شخص نے عرض کیا تھا کہ " لا تصلح الا لك "۔ کہ یہ صرف آپ کے لئے ہی مناسب ہیں۔ اور پھر اس نکاح کے برکات کا ثمرہ تھا کہ تمام صحابہ ؓ نے ام المؤمنین صفیہ ؓ کے قبیلے کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

(3) چند صحابہ جن کو اللہ کے رسول ﷺ کے نکاح کا علم نہ ہوا تو انہوں نے ایک اندازہ لگایا کہ اگر صفیہ ؓ پردہ کرتی ہیں تو ام المؤمنین ہیں وگرنہ انکو باندی شمار کیا جائے گا اور جب صفیہ ؓ نے پردہ کیا تو وہ سمجھ گئے کہ آپ نے نکاح کر لیا ہے اور جب اللہ کے رسول ﷺ نے ولیمہ کی دعوت کی اور تمام اصحاب اس میں شریک ہوئے تو تمام اصحاب رسول ﷺ کو خبر ہو گئی کہ صفیہ ؓ ام المؤمنین بن گئی ہیں۔

ڈاکٹر شبیر کا یہ کہنا کہ اصحاب رسول کو خلوت کے بعد معلوم ہوا کہ صفیہؓ ام المؤمنین بن گئی ہیں سراسر غلط بیانی ہے۔ اس لئے کہ صحابی رسول اللہ ﷺ نے ہی آپ کی توجہ اس طرف دلائی اور صحابیہ ام سلمہؓ نے ان کو دلہن بنایا اور دحیہؓ کو صفیہؓ کے عوض سات لونڈیاں عطا کی گئیں۔ پھر بھی یہ کہنا کہ اصحاب رسول کو خبر نہ ہوئی۔ چہ معنی دارد۔

اب خلاصہ حدیث یہ ہے کہ،

فتح خیبر کے بعد جب قیدیوں کو جمع کیا گیا تو ان میں ام المؤمنین صفیہؓ بھی تھیں اور وہ ابھی نئی نویلی دلہن تھیں ان کا شوہر جنگ میں مارا گیا تھا دحیہؓ نے ان کو اپنی لونڈی بنالیا۔ بعض اصحاب رسول نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ام المؤمنین صفیہؓ کا تذکرہ کیا کہ وہ قبیلہ قریظہ ونضیر کے سردار کی بیٹی ہیں اور آپ کے لئے ہی مناسب ہیں آپ ﷺ نے صفیہؓ کو اپنے لئے منتخب فرمالیا اور ان کے بدلے دحیہؓ کو سات لونڈیاں عنایت فرمائیں پھر آپ نے صفیہؓ سے نکاح فرمایا ام سلمہؓ نے آپ کو دلہن بنایا اور آپ نے خلوت فرمائی اور دوسرے دن آپؐ نے دعوت ولیمہ کیا۔

مندرجہ بالا خلاصہ حدیث کو غور سے دوبارہ پڑھیں آپ کو اس میں کوئی اعتراض نظر نہیں آئے گا۔ انشاء اللہ۔

اگر کوئی محض تنقید وتعصب کی نگاہ سے کسی بھی چیز کا مطالعہ کرے گا جیسا کہ ڈاکٹر شبیر نے کیا تو اسے ہر بات میں اعتراض ہی نظر آئے گا اگر قرآن مجید کا اسی نگاہ سے مطالعہ کریں جو ڈاکٹر شبیر نے حدیث کے لئے استعمال کی ہے تو یقیناً قرآن مجید بھی نہیں بچ سکتا۔

خیر خواہی کے نام پر انیسواں (19) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا " عورت پسلی کی مانند ٹیڑھی ہے اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو ٹوٹ جائے گی اسے ٹیڑھی رہنے دو اور فائدہ اٹھاتے چلے جاؤ۔" صاحبو! یہاں یوں لگتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے بائبل کی روایت ہماری صحیح بخاری میں ڈال دی ہے قرآن نہیں کہتا کہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 33)

ازالہ:۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے۔

" عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال المرأۃ کالضلع ان اقمتھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا وفیھا عوج (1)

" ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو توڑ دو گے اس سے فائدہ اٹھاؤ اسے ٹیڑھی ہی رہنے دو۔"

قارئین کرام!

(1) ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ عورت کو پسلی سے تشبیہ دی گئی ہے اور اسکو "ٹیڑھی" کہا گیا ہے۔

اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے نصیحت فرمائی کہ عورت سے زیادہ سختی نہ کرو اس کو سیدھا کرنے کے چکر میں کہیں اس کو توڑ نہ بیٹھنا کہ جس طرح پسلی کو سیدھا کرنے سے وہ سیدھی تو نہیں ہوتی مگر ٹوٹ جاتی ہے تو اسی طرح عورت کو توڑ نہ بیٹھنا اور عورت کو توڑنا کیا ہے وہ طلاق ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت ہے **"وان ذھبت تقیمھا کسرتھا ۔ وکسرھا طلاقھا"**(2)

---

(1) صحیح بخاری کتاب النکاح باب مدارۃ مع النساء رقم الحدیث 5184

(2) صحیح مسلم بحوالہ فتح الباری جلد 6 صفحہ 445

''اگر تم عورت کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اسکو توڑ بیٹھو گے اسکو توڑنا اسکو طلاق دے دینا ہے۔''

اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے'' **استو صوا با لنساء** ''(1)

''عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔''

یہ حدیث عورتوں کے حقوق کے لئے ہے نہ کہ ان کی تنقیص کے لئے جیسا کہ ڈاکٹر شبیر نے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

(2) دوسرا اعتراض'' عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے(2) یہ بات قرآن مجید میں موجود نہیں''۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن میں یہ بھی نہیں کہ عورت کو پسلی سے پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ قرآن مجید میں اسکا اشارہ موجود ہے کہ عورت کو آدم ؑ سے پیدا کیا گیا ہے۔

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث (3)

''اے لوگوں اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اسکی بیوی کو پیدا کیا۔''

اب اگر حدیث نے اس کی تشریح پسلی سے کر دی تو اس پر اعتراض کیوں؟

(3) ڈاکٹر شبیر کا تیسرا اعتراض کہ یہود و نصاری نے بائبل کی روایت کو صحیح بخاری میں ڈال دیا۔

قرآن مجید میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

اذ قال یوسف لابیہ یابت انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی سٰجدین (4)

---

1)صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب خلق آدم رقم الحدیث 3331

2)صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب خلق آدم رقم الحدیث 3331

3)سورۃ النساء۔آیت 1

4)سورہ یوسف۔آیت 4

''جب یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج و چاند کو (خواب میں) دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔''

یوسفؑ کے اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ایک طویل حادثاتی عرصے کے بعد جب ان کے تمام بھائی اور والدین ان کے پاس مصر پہنچے تو ان کے لئے سجدہ ریز ہو گئے۔(1) اس واقعہ سے قطع نظر اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ سجدہ تو صرف اللہ کے لئے ہے یہاں تو ایک نبی دوسرے نبی کو سجدہ کر رہے ہیں۔

اب اگر اعتراضاً عبارت یوں ہو۔

صاحبو یہاں یوں لگتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے بائبل (2) کی روایت ہمارے قرآن میں ڈال دی ہے۔

ہم اس اعتراض کا کیا جواب دیں گے؟ ہم صرف تاویل کریں گے اور یقیناً کریں گے تو پھر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے لئے الگ معیار کیوں؟

خیر خواہی کے نام پر بیسواں (20) اعتراض:

''سلیمانؑ نے ایک رات میں سو بیویوں کے ساتھ مباشرت کی۔'' ملاحظہ فرمایئے ایک رات چند گھنٹے اور اللہ کا ایک عالی مقام پیغمبر (اسلام کے مجرم، صفحہ 34)

ازالہ:

ڈاکٹر شبیر کو سلیمانؑ کے اس عمل پر اعتراض ہے کہ سلیمانؑ ایسا کیسے کر سکتے ہیں یعنی ایک رات میں سو 100 بیویوں سے مباشرت چند گھنٹوں میں کیسے ممکن ہے۔ ہم اگر قرآن مجید کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں سلیمانؑ کے کچھ مزید انفراد نظر آتے ہیں۔ مثلاً

---

(1) سورہ یوسف۔ آیت 100

(2) کیا میں اور تیری ماں اور تیرے بھائی سچ مچ تیرے آگے زمین پر جھک کر سجدہ کریں (بائبل پیدائش 10:37)

غدوها شهر ورواحها شهر (1)

''(ہوا سلیمانؑ کے تابع کر دی گئی) وہ صرف صبح کے وقت ایک مہینے کی مسافت طے کیا کرتی تھی اور شام کے وقت بھی ایک مہینے کی مسافت طے کرتی تھی''

علمنا منطق الطير (2)

''مجھے پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے''

اب تاریخ انسانی میں کوئی ایسا انسان نہیں جس کے لئے ہوا کو تابع کر دیا گیا ہو یا وہ پرندوں سے باتیں کرتا ہو چیونٹیوں کی باہمی گفتگو سنتا ہو۔ یہ چیزیں تو ہمیں ''امیر حمزہ'' الف لیلیٰ'' حاتم طائی وغیرہ کے بے سرو پا قصوں میں ملتی ہیں اور اگر قرآن مجید کو'' تنقید کی نگاہ'' سے دیکھا جائے تو مندرجہ بالا آیات عقلی معیار پر پورا نہیں اترتیں اور محل نظر محسوس ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود ہم صرف اس لئے ان پر ایمان و یقین رکھتے ہیں کہ یہ تمام قصص قرآن میں موجود ہیں اور وہ سچی کتاب ہے تو اب اگر حدیث میں ایسا کچھ آ گیا تو اعتراض کیوں؟

الغرض جب اسطرح کی ماورائے عقل باتیں سلیمانؑ میں پائی جاتی ہوں تو یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں بے پناہ مردانہ قوت بھی ہو۔ کیونکہ قرآن کے عمومی بیان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیاء کو بے پناہ طاقت حاصل تھی۔ مثلاً، موسیٰ کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے کہ:

فوكزه موسى فقضى عليه (3)

''موسیٰ نے اس کو مکہ مارا اور وہ مر گیا۔''

کیا ہم کسی کو مکہ مار کر قتل کر سکتے ہیں؟ مگر ایک نبی کی جسمانی طاقت سے ایسا ممکن ہو گیا۔ داؤدؑ کے متعلق قرآن مجید میں ذکر ہے:

---

1)سورہ سبا۔ آیت 12

2)سورہ النمل۔ آیت 16

3)سورہ القصص۔ آیت 15

والنا له الحدید (1)

''ہم نے اس کے لئے لوہے کو نرم کر دیا''

لوہا جیسی سخت چیز داؤد کے ہاتھ میں آ کر نرم ہوگئی کیا دنیا کا کوئی طاقت ور ترین انسان ایسا کر سکتا ہے مثلاً آرنلڈ شیواز ینگر جسے 7 مرتبہ دنیا کا طاقت ور ترین انسان تسلیم کیا گیا کیا وہ لوہے کو ہاتھ سے موڑ توڑ کر زرہ بنا سکتا ہے؟ مگر انبیاء کو ایسی قوت وصلاحیتیں عطاء فرمائی گئیں۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ:

انه اعطی قوة ثلاثین (2)

''آپ ﷺ کو تیں مردوں کے برابر قوت عطاء کی گئی۔''

دوسرا اعتراض کہ چند گھنٹوں کی رات میں ایسا کس طرح ممکن ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ رات عموماً 12 گھنٹوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ بالفرض اگر 3 منٹ کا اوسطاً حساب لگایا جائے (جو کہ ایک صحت مند انسان کے لئے بہت ہوتا ہے) تو وقت تقریباً 100 سے 3 کو ضرب دیا جائے تو 5 گھنٹے بنتے ہیں۔ پھر بھی 7 گھنٹے فاضل بچتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ حدیث پر اعتراض بالکل فضول ہے۔

خیر خواہی کے نام پر اکیسواں (21) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے زینبؓ بنت جحش کے پاس شہد پیا۔ دیگر امہات المومنین نے منصوبہ بنایا کہ جس بیوی کے پاس جائیں گے وہ یہی کہے گی ہمیں آپ کے منہ سے بدبو آ رہی ہے۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 35)

---

1) سورہ سبا۔ آیت 10

2) صحیح بخاری کتاب الغسل باب اذا جامع ثم عاد رقم الحدیث 268

ازالہ:۔

مذکورہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے کہ۔

سمعت عائشہؓ ان النبی ﷺ کان یمکث عند زینب ابنۃ جحش ویشرب عندھا عسلا فتوا صیت انا وحفصۃ ان أیتنا دخل علیھا النبی ﷺ فلتقل أنی لا جد منك ریح مغافیر اکلت مغافیر فدخل علی احداھما فقالت له ذلك فقال لابأس شربت عسلا عند زینب ابنۃ جحش ولن اعودله فنزلت۔(یاایھا النبی لم تحرم ما احل الله لك)الی (ان تتوبا الی الله (1)

''عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ زینبؓ بنت جحش کے پاس ٹھہرتے اور شہد نوش فرماتے تھے تو میں نے اور حفصہؓ نے مل کر یہ صلاح کی کہ ہم میں سے کسی کے گھر میں بھی رسول اللہ ﷺ داخل ہوں تو وہ یہ کہے' میں آپ کے پاس سے مغافیر (ایک بو والا پھل) کی بو محسوس کر رہی ہوں کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے'۔ پس جب اللہ کے رسول ﷺ ان میں سے کسی ایک کے پاس گئے تو انہوں نے ایسا ہی کہا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بات نہیں میں نے تو زینبؓ کے ہاں شہد پیا ہے اور اب ہرگز نہیں پیوں گا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ **یا ایھا النبی لم تحرم ما احل الله لك**(2)''

ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو بغیر کسی تبصرے کے نقل کیا ہے شاید انہیں اس بات پر اعتراض ہے کہ روایت مذکورہ سے ازواج مطہرات پر الزام آتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف منصوبہ بندی کرتی تھیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

یا ایھا النبی لم تحرم ما احل الله لك تبتغی مرضات ازواجك (2)

---

(1)صحیح بخاری کتاب الطلاق باب لم تحرم ما احل الله لك رقم الحدیث5267

(2)سورہ۔تحریم آیت 1

''اے نبی ﷺ جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہیں''

اس آیت سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے کوئی چیز اپنے اوپر بیویوں کی رضا مندی کے لئے حرام کر لی تھی۔ جس پر اللہ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔ مزید ارشاد ہے:

واذ اسرالنبی الی بعض ازواجه حدیثا فلما نبات به واظهره الله علیه عرف بعضه واعرض عن بعض ،فلما نباها به قالت من انبأك هذاقال نبانی العلیم الخبیر (۱)

''اور (یاد کرو) جب نبی ﷺ نے اپنی بعض بیویوں سے ایک پوشیدہ بات کہی۔ پس جب آپ ﷺ نے اس بات کی خبر دی اور اللہ نے اپنے نبی کو آگاہ کر دیا تو نبی ﷺ نے تھوڑی سی بات تو بتادی اور تھوڑی سی ٹال گئے پھر جب نبی ﷺ نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے دی۔ کہا سب جاننے والے اور پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے بتا دیا۔''

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی دو بیویوں نے کچھ خفیہ منصوبہ بندی کی تھی جس کی خبر اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی فرمادی۔ اور یہ منصوبہ بندی کس کے خلاف تھی اگلی آیت واضح کر رہی ہے۔

ان تتوبا الی الله فقد صغت قلوبکما وان تظهر ا علیه فان الله هو موله وجبریل وصالح المؤمنین ۔والملئکة بعد ذلك ظهیر(2)

''(اے نبی کی دونوں بیویوں) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کر لو۔ یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں۔ اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی گٹھ جوڑ کرو گی پس اس کا کارساز یقیناً اللہ ہے اور جبریل ہیں اور صالح مومنین اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کی بیویوں سے کچھ سرزد ہوا تھا اور انہوں نے نبی ﷺ

---

1)سورہ تحریم۔آیت 3　　　2)سورۃ تحریم ،آیت4

کے خلاف صلاح کی تو اس پر اللہ کی طرف تنبیہ نازل ہوئی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نبی ﷺ نے اپنی کچھ ازواج کی رضامندی کے لئے اپنے اوپر کچھ حرام کرلیا اور پس منظر میں یہ منصوبہ ازواج مطہرات میں سے دو بیویوں نے بنایا تھا جس کی خبر اللہ کے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی کر دی گئی بعد میں ان ازواج کو سخت تنبیہ کی گئی۔

زیر بحث حدیث ان آیات کی تشریح و توضیح کرتی ہے۔ بلکہ جس قدر سخت الفاظ قرآن نے استعمال کئے ہیں حدیث میں تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے اب جو اعتراض حدیث پر وارد ہوتا ہے قرآن مجید پر بھی وہی اعتراض لازم آتا ہے پس جو جواب قرآن کا ہے وہی حدیث کا بھی سمجھ لیں۔

خیر خواہی کے نام پر بائیسواں (22) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں۔

عائشہؓ بولیں ہائے سر پھٹا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کاش میری زندگی میں ایسا ہوجاتا عائشہؓ بولیں آپ میری موت چاہتے ہیں کہ اگلی رات دوسری بیوی کے پاس گزاریں۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 36)

ازالہ:۔

بہت افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر شبیر نے حدیث رسول ﷺ میں خرد برد اور تحریف کا ارتکاب کیا ہے حدیث کو کچھ کا کچھ کر ڈالا ہے۔ اب ہمیں ''مجید نظامی'' چیف ایڈیٹر نوائے وقت کے یہ الفاظ محل نظر محسوس ہوتے ہیں'' وہ (ڈاکٹر شبیر) سادگی سچائی شفقت و محبت امانت و دیانت اور صاف دلی کے پیکر کے جنڈے ہوئے ہیں'' (اسلام کے مجرم صفحہ 7)

اب آتے ہیں حدیث زیر بحث کی طرف جو صحیح بخاری میں مرقوم ہے۔

''قالت عائشه ورأسا فقال رسول الله ﷺ ذاك لو كان وانا في فأستغفرلك وادعو لك فقالت عائشه واثكليا ه والله

انی لأ ظنك تحب موتی ولو کان ذالک لظلت آخر یومك معرسا ببعض ازواجك فقال النبی ﷺ بل أنا وراساه ۔الحدیث (1)"

"سیدہ عائشہؓ کے سر میں درد تھا اور وہ کہہ رہی تھیں کہ ہائے میرا سر پھٹا جا رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا ۔(کہ تجھ کو کیا فکر) اگر تو میری زندگی میں مرجائے گی تو میں تیرے لئے دعا اور استغفار کرونگا۔تب وہ کہنے لگیں ہائے مصیبت اللہ کی قسم آپ میری موت چاہتے ہیں ۔میرے مرتے ہی اسی دن شام کو دوسری بیوی کے ساتھ ہوں ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہائے میرا سر۔"

قارئین کرام !اس حدیث میں کیا کوئی اعتراض ہے ؟نہیں !اس روایت کے مزید کچھ طرق جمع کئے جائیں تو خلاصہ یہ ہوتا ہے۔

سیدہ عائشہؓ کے سر میں درد تھا جس کی وجہ سے وہ کہہ رہی تھیں کہ ہائے میرا سر!جب رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا کہ تجھ کو کیا فکر ہے اگر تو میری زندگی میں مرگئی تو میں تیرے لئے استغفار کرونگا ایک روایت میں ہے۔میں تیرا جنازہ پڑھوں گا اور تجھ کو دفن کرونگا۔(2)اس پر عائشہؓ فرمانے لگیں کہ آپؐ تو میری موت چاہتے ہیں تاکہ اس شام اپنی دوسری زوجہ کے پاس ہوں ۔"**قالت فتبسم رسول اللہ** ﷺ" (3)یہ بات سن کر آپ ﷺ مسکرانے لگے آپ نے بھی کہا کہ ہائے میرا سر۔ (ماخوذ فتح الباری)

خلاصہ حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ سے ان کی بیماری میں ازراہ مذاق محبت والفت فرما رہے تھے ۔اس پر بھی ڈاکٹر شبیر کو اعتراض ہے کہ یہ اسلام دشمنوں کی سازش ہے جنہوں نے رسول ﷺ کے خلاف اس طرح کی باتیں منسوب کر دیں کہ آپ اپنی ازواج سے محبت ودلگی فرماتے تھے۔

---

(1)صحیح بخاری کتاب المرضی باب مارخص المرضی رقم الحدیث5665

(2)فتح الباری جلد10صفحہ155

(3)فتح الباری جلد10صفحہ155

خیر خواہی کے نام پر تئیسواں (23) اعتراض:

مدینہ آنے والے کچھ لوگ بیمار ہو گئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اونٹوں کے چرواہے کے پاس چلے جائیں اور اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیتے رہیں وہ لوگ تندرست ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے رسول اللہ ﷺ کے آدمی انہیں پکڑ لائے۔ ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھروادی گئی ایک اور حدیث میں ہے کہ ان کی آنکھیں نکلوادی گئیں پھر ان کو تپتی ریت پر لٹا دیا گیا وہ پیاس کی شدت سے پانی مانگتے تھے اور اپنی زبان سے زمین چاٹتے تھے لیکن انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

صاحبو! کیا رحمۃ اللعالمین ﷺ ایسی ایذا رسائی فرما سکتے تھے؟ کیا اونٹنی کا پیشاب لوگوں کو پلا سکتے تھے؟ کیا یہ دشمنان اسلام کی شازش نہیں ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 37-36)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے خوامخواہ حدیث رسول ﷺ پر اعتراض کیا ہے اگر وہ کھلی نگاہوں سے قرآن مجید کا مطالعہ کرتے تو انہیں یہ آیت مبارکہ ضرور نظر آتی۔

ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص (1)

''جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بھی قصاص ہے''

اب قرآن مجید خود یہ اصول پیش کرتا ہے کہ جیسا زخم دیا گیا ہو ویسی ہی سزا دی جائے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے بعینہ وہی سلوک کیا جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ

---

(1) سورہ المائدہ ۔آیت 45

کے چرواہے کے ساتھ کیا تھا۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ:

وانما فعل بهم ذلك لانهم فعلوا بالراعي كذلك (1)

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے ایسا سلوک اس لئے کیا کہ انہوں نے بھی آپ ﷺ کے چرواہے سے وہی برتاؤ کیا تھا یعنی (اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی اور ایسی حالت میں کھلی جگہ پر چھوڑ کر چلے گئے) یہ بات بالکل حق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت تھے مگر کفار پر بڑے سخت تھے۔

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم (2)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول اور ان کے اصحاب کفار پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے نرم ہیں''

اللہ کے رسول ﷺ نے ان منافقین سے بالکل اس آیت کے مطابق عمل کیا۔

مزید برآں: قرآن مجید بھی ایسی سزا کا (بدلہ برابری کے اصول پر) بیان کرتا ہے۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به (3)

''اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی لینا جتنا انہوں نے تمہیں صدمہ پہنچایا ہے۔''

خلاصہ کلام:۔

نبی ﷺ کا فیصلہ بالکل قرآن مجید کے احکامات کے موافق تھا لہٰذا حدیث پر اعتراض کالعدم ہے۔ پیشاب پلانے کا مسئلہ اور اس کا مفصل جواب اعتراض (۱۱) کے ازالہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

خیر خواہی کے نام پر چوبیسواں (24) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں کہ:

---

1) عمدة القاری جلد 21 صفحہ 361

2) سورہ الفتح آیت 29

3) سورہ النحل 16 آیت 126

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوت یعنی متعدی بیماری کوئی ہے نہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ کوڑھی سے یوں بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 37)

ازالہ:۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث مبارکہ ان الفاظ سے منقول ہے۔

" قال رسول الله ﷺ لاعدوی ولاطیرة ولا هامة ولاصفر ۔ وفرمن المجذوم کما تفر من الاسد" (1)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی بیماری چھوت (2) نہیں ہوتی اور نہ نحوست کچھ ہوتی اور نہ الو کا بولنا نحوست ہوتا ہے اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہوتا ہے۔ کوڑھی مریض سے ایسے دور رہو جیسے شیر سے دور رہتے ہو۔''

ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں تضاد اور ٹکراؤ پایا جاتا ہے کہ ایک جگہ تو آپ کا فرمان ہے کہ کوئی بیماری چھوت (متعدی) نہیں ہوتی ۔ جبکہ دوسری طرف فرمارہے ہیں کہ کوڑھی کے مریض سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ جب بیماری چھوت ہی نہیں ہوتی تو کوڑھی سے دور رہنے کا کیا مطلب؟ یہ روایت بظاہر متعارض ہے مگر اصلاً اس میں کوئی تعارض نہیں ہے اگر آپ غور فرمائیں تو حدیث کے پہلے جز میں رسول اللہ ﷺ امت کے عقیدے کی تعمیر وتوثیق فرمارہے ہیں کہ بیماری اللہ رب العزت کی طرف سے ہی ہوتی ہے کسی کو چھو لینے سے یا کسی کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے کسی کو کوئی بیماری نہیں لگتی۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ:

قل کل من عند الله (3)

---

1) صحیح بخاری کتاب الطب باب الجذام رقم الحدیث

2) ایک سے دوسرے کو بیماری لگ جانا

(3) سورة النساء ،آیت 78

''کہہ دو سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے''

اور صحیح بخاری میں اسی موضوع کی ایک اور روایت موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''

لا عدوی ولا صفر ولا هامة '' کہ کوئی بیماری چھوت نہیں ہوتی صفر کا مہینہ منحوس نہیں ہوتا اور الو کا بولنا منحوس نہیں ہوتا تو ایک اعرابی (دیہاتی) نے عرض کیا کہ،

'' یا رسول الله ﷺ ابلی تکون فی الرمل کانها الظباء فیاتی البعیر الاجرب فیدخل بینها فیجر بها ''۔

''اے اللہ کے رسول ﷺ میرے اونٹوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ وہ ریگستان میں چرنے چگنے والے ہرنوں کی طرح ہوتے ہیں پھر اچانک ان میں کوئی خارش زدہ اونٹ آجاتا ہے اور ان میں سے مل کر ان کو بھی خارش زدہ کر دیتا ہے'' تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

'' فمن اعدی الاول '' (1)

''(یہ بتاؤ) اس پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا؟''

یعنی جس ذات باری تعالیٰ نے پہلے اونٹ کو خارش زدہ کیا اسی کے حکم سے دیگر اونٹ بھی خارش زدہ ہوئے ہیں۔ اس بات کو مزید اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ بعض اوقات ہمارے شہر میں وائرس وغیرہ پھیل جاتا ہے تو آبادی کا بیشتر حصہ اس سے متاثر ہوتا ہے اور ایک کثیر تعداد ان لوگوں کی بھی ہوتی ہے کہ جو اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ ایک مسلم ہونے کے ناطے کیا ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ جو لوگ بیماری کا شکار ہوئے ہیں ان کی بیماری اللہ کی طرف سے اور جو محفوظ رہے ہیں ان پر اللہ کا کرم ہوا ہے۔ اور جہاں تک تعلق ہے حدیث کے اس جزء کا کہ جس میں جذام زدہ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے تو اس میں احتیاطی تدابیر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ جذام زدہ مریض سے اختلاط نہ کرو اس لئے کہ اللہ رب العزت نے تمہیں بھی یہ بیماری لگا دی تو کہیں تمہارے عقیدہ میں یہ بات

---

1) صحیح بخاری کتاب الطب باب لا صفر رقم الحدیث 5717

نہ آ جائے کہ یہ بیماری مجھے اس مجذوم کی وجہ سے لگی ہے اور اس غلط عقیدہ کی وجہ سے توکل علی اللہ کی مضبوط دیوار میں دراڑ نہ پیدا ہو جائے جیسا کہ اس دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اشکال بیان کیا تھا اور آپ نے اس کا فوراً ازالہ فرما دیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے حدیث رسول اللہ ﷺ میں کوئی تعارض و تضاد نہیں۔ فللہ الحمد

ڈاکٹر شبیر اگر اس طرح کے ظاہری تضاد کی بناء پر حدیث رسول ﷺ کو رد کیا جا سکتا ہے تو پھر قرآن مجید کی ان دو متعارض آیات کا آپ کیا جواب دیں گے؟

انك لا تهدى من احببت(1)

''اے نبی ﷺ آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔''

جبکہ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:

وانك لتهدى الى صراط مستقيم (2)

''اور بے شک آپ ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔''

خیر خواہی کے نام پر پچیسواں (25) اعتراض:

نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے بیوی میں، گھر میں، اور گھوڑے میں۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 37)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو صحیح بخاری کتاب الطب سے تحریف کر کے نقل فرمایا ہے۔

---

1) سورہ القصص۔ آیت 56

2) سورہ الشوریٰ۔ آیت 52

حدیث مذکور میں لفظ المرأۃ (عورت) کا ترجمہ ''بیوی'' کیا ہے جو کہ قابل افسوس ہے! اس سے ڈاکٹر شبیر کی حدیث دشمنی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر شبیر نے جس حدیث پر اعتراض کیا ہے وہ اصل میں مجملاً بیان ہوئی ہے۔ اگر ڈاکٹر شبیر صحیح بخاری کا مفصل مطالعہ کرتے تو ان کو یہ روایت مل جاتی جو کہ عبداللہ بن عمرؓ سے ہی مروی ہے۔

" ان کان الشوم فی شئی ففی الدار والمرأة والفرس " (1)

''اگر نحوست ہوتی تو گھر عورت اور گھوڑے میں ہوتی''

اب دونوں روایتوں کو جمع کیا جائے تو اس کا خلاصہ یہ ہوتا کہ نحوست کچھ نہیں ہوتی۔ اگر نحوست ہوتی تو گھر عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا نظریہ تھا کہ فلاں فلاں چیزوں میں نحوست ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے اس غلط نظریہ کی تردید فرمادی نحوست کا کوئی تصور نہیں۔ اگر ہوتی تو عورت گھر اور گھوڑے (سواری) میں بھی ہوتی کہ جن کو انسان بہت محبوب رکھتا ہے۔ الغرض حدیث میں نحوست کے وجود کا کوئی تصور نہیں ہے البتہ قرآن میں نحوست کا تذکرہ ملتا ہے۔ کہ جن ایام میں قوم عاد پر عذاب بھیجا گیا اللہ رب العالمین نے ان ایام کو نحوست سے تعبیر فرمایا۔

فارسلنا علیھم ریحا صرصراً فی ایام نحسات لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ۔(2)

''بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز وتند آندھی منحوس دنوں میں بھیج دی کہ انھیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھادیں۔''

ڈاکٹر شبیر اس آیت مبارکہ کا کیا جواب دیں گے۔

یا ایھا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوالکم (3)

''اے ایمان والوں تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد تمہاری دشمن ہیں۔''

---

1)صحیح بخاری کتاب النکاح باب مایتقی من شوم المرأۃ رقم الحدیث5094

2)سورہ حم سجدہ ۔آیت 16

3)سورہ التغابن ۔آیت 14

خیر خواہی کے نام پر چھبیسواں (26) اعتراض:

ابو ہریرہؓ نے کہا کہ بیمار اونٹ کو تندرست اونٹوں کے پاس نہ لے جاؤ۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت نہیں کی کہ چھوت کی بیماری کوئی چیز نہیں تو ابو ہریرہؓ حبشی زبان میں نہ جانے کیا بکنے لگے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 37)

ازالہ:۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے مرقوم ہے۔

قال النبی ﷺ لا یوردن ممرض علی مصح وانکر ابو هریرة حدیث الاول ۔ وقلنا الم تحدث انه لا عدویٰ فرطن بالحبشة ۔ قال ابو سلمه فما رأیته نسی وغیره (1)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے قریب نہ لاؤ راوی حدیث کا کہنا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے پہلی حدیث (لا عدویٰ) کو روایت کرنے کا انکار کیا (یعنی میں نے یہ حدیث نہیں بیان کی) تو ہم نے کہا کیا آپ نے یہ حدیث لا عدوی بیان نہیں کی تو ابو ہریرہؓ حبشی زبان میں کچھ بات کرنے لگے۔“

ابو سلمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ابو ہریرہؓ اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث بھولے ہوں۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر نے حدیث کا ترجمہ کرتے وقت بہت زیادہ توہین آمیز الفاظ استعمال کیا ہے کہ جس کی امید ایک باشعور مہذب اور تعلیم یافتہ مسلمان سے تو کجا ایک عام انسان سے بھی نہیں کی جا سکتی۔

---

(1) صحیح بخاری کتاب الطب باب لا هامة ۔ رقم الحدیث 5771

ڈاکٹر شبیر نے حسب سابق حدیث کو نقل کرنے میں تلبیس سے کام لیا ہے اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے فطری دیانت کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے ملاحظہ فرمائیں

(1) حدیث کا پورا ترجمہ نقل نہیں کیا۔

(2) روایت کو ابو ہریرہ ؓ کا قول کہا حالانکہ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ ہے۔

(3) حدیث زیر بحث میں لفظ ''رطن'' کا ترجمہ ''بکنے'' درج کیا ہے حالانکہ ''رطن'' کا اصل معنی عجمی زبان میں بات کرنے کے ہیں۔(1)

قارئین کرام!

امام المحدثین سید الفقہا مجتہد مطلق امام ابو ہریرہ ؓ کے متعلق اس قدر گھٹیا اور غلیظ الفاظ کا استعمال کر کے نیز احادیث رسول ؐ میں تحریف کر کے ڈاکٹر شبیر کس کو ''اسلام کا مجرم'' گردان رہے ہیں اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

اب حدیث مبارکہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

ابو ہریرہ ؓ نے حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے بیمار اونٹوں کو تندرست اونٹوں کے پاس لے جانے سے منع فرمایا تو بعض لوگوں نے کہا کہ آپ نے تو یہ حدیث لا عدوی (بیماری چھوت نہیں ہوتی) اللہ کے رسول ﷺ سے بیان فرمائی تھی تو ابو ہریرہ ؓ نے اس کے بیان سے انکار فرمادیا (بھول جانے کی وجہ سے) اور حبشی زبان میں کچھ بات کرنے لگے وہ الفاظ کیا تھے خود ابو ہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ

''فقال الحارث أتدری ما ذاقلت ؟ قال لا قال انی ابیت ''(2)

''ابو ہریرہ ؓ نے حارث (راوی حدیث) کو کہا کہ تمہیں پتہ ہے میں نے کیا کہا؟ حارث نے جواب دیا کہ نہیں معلوم۔ تو ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ میں نے (حبشی زبان میں) کہا تھا کہ میں انکار کرتا ہوں۔''

---

(1) المنجد صفحہ 391 مادہ رطن

(2) فتح الباری جلد 10 صفحہ 297

اور جہاں تک ابو ہریرہؓ کے انکار کا تعلق ہے تو وہ ان سے نسیان ہو گیا تھا ابو سلمہؒ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے اس حدیث کے علاوہ اور کہیں پر بھی بھول نہیں ہوئی۔(1) ابو ہریرہؓ بہر کیف ایک انسان تھے جس کے ناطے ان سے بھول ہو گئی مگر اس سے حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ یہ روایت دیگر اصحاب رسول سے بھی مروی ہے۔

خیر خواہی کے نام پر ستائیسواں (27) اعتراض:

حضرت علیؓ کی خدمت میں زندیق پیش کئے گئے تو آپ نے انہیں جلا دیا۔ سیدنا علیؓ علم وسخاوت وعدل کا پیکر زندہ انسانوں کو ہرگز نہیں جلا سکتے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 40)

ازالہ:۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ان الفاظ سے منقول ہے۔

"عن عکرمةؓ قال اتی علی بزنادقة فأحرقهم فبلغ ذلك ابن عباسؓ۔ فقال: لو كنت انا لم احرقهم لنهى رسول الله ﷺ لاتعذبوا بعذاب الله ولقتلتهم لقول رسول الله ﷺ من بدل دينه فاقتلوه" (2)

"سیدنا علیؓ کے پاس زنادقہ لائے گئے تو ان کو سیدنا علیؓ نے جلوا دیا۔ سیدنا ابن عباسؓ کو جب یہ خبر ملی تو فرمایا اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہ دو ہاں ان کو قتل ضرور کر دیتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ

---

(1)صحیح بخاری کتاب الطب رقم الحدیث5771

(2)صحیح بخاری کتاب استتابه المرتدین باب حکم المرتد رقم الحدیث6922

کا فرمان ہے کہ جس نے اپنا دین تبدیل کیا اسے قتل کر دو۔

اس حدیث سے نکلنے والے نتائج پر غور فرمائیں۔

(1) سیدنا علیؓ نے زنادقہ کو جلا دیا۔

(2) زنادقہ (1) عبداللہ بن سبا (جو کہ حدیث کا انکار اور تحریف کرتا تھا) کے پیروکار تھے۔

(3) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں ایسا نہ کرتا (کیونکہ ان کے پاس اس مسئلے کی حدیث موجود تھی)

(4) نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ آگ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہ دو (یہ روایت ابن عباسؓ کی دلیل تھی جس کی وجہ سے ابن عباسؓ آگ کا عذاب دینے سے منع فرماتے تھے۔)

قارئین کرام!

سیدنا علیؓ کو اس حدیث کا علم نہ تھا جو کہ ابن عباسؓ کے پاس تھی کہ آگ کے عذاب سے کسی کو سزا نہ دو اگر سیدنا علیؓ کو اس روایت کا علم ہوتا تو آپ ضرور بالضرور اس حدیث پر عمل فرماتے کیونکہ آپ تو حدیث رسول ﷺ پر عمل کے شیدائی تھے اور اس کے خلاف کچھ ہوتا دیکھ کر احتجاج فرماتے تھے۔

جیسا کہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے کہ،

اتی عمر بمجنونة قد زنت فاستشار بها اناسا ۔ فامر بها عمرؓ ان ترجم فمر بها علی بن ابی طالبؓ فقال ماشان هذه مجنونة بنی فلان زنت فامربها عمرؓ ان ترجم ۔ فقال ارجعوبها ثم اتاه فقال یاامیر المؤمنین اما علمت ان القلم رفع عن ثلاثة عن المجنون حتی یبرأ وعن النائم حتی لیستفیظ وعن الصبی حتی یعقل ؟ قال بلی قال فما بال

---

1) اس کی تعریف گذشتہ اوراق میں گزر چکی ہے

هذه ترجم قال لاشئی قال فارسلها قال فارسلهاقال فجعل یکبر (1)

''عمرؓ کے پاس ایک پاگل عورت کو لایا گیا کہ جس نے زنا کیا تھا عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کر کے اس کے رجم کا حکم دے دیا اسی دوران علیؓ کا وہاں سے گذر ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ اس کو کیوں پکڑ رکھا ہے تو لوگوں نے کہا کہ اس پاگل عورت نے زنا کیا ہے اور عمرؓ کے حکم کے مطابق اسے رجم کے لئے لے جا رہے ہیں تو علیؓ نے فرمایا کہ اس کو واپس لے کر چلو اور عمرؓ کے پاس پہنچ کر آپؓ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تین لوگ مرفوع القلم ہیں (۱) پاگل جب تک صحیح نہ ہو جائے (۲) سوتا ہوا شخص جب تک بیدار نہ ہو جائے (۳) بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے ۔ عمرؓ نے کہا کیوں نہیں ایسا ہی ہے ۔ پھر علیؓ نے کہا کہ اس عورت کو رجم کیوں کیا جا رہا ہے؟ تو عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا اور آپ تکبیر کہہ رہے تھے۔''

ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ علیؓ حدیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف خود کچھ ہوتا دیکھیں اور مخالفت نہ کریں اور پھر خود ہی حدیث کے خلاف عمل کریں یقیناً سیدنا علیؓ تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی جس کی وجہ سے آپ غلطی کر بیٹھے ۔ اور رہی بات سیدنا علیؓ کے عدل وسخاوت کی تو اس غلطی سے ان اوصاف پر کوئی حرف نہیں آتا۔

قرآن میں ارشاد ہے:

وعصی آدم ربه فغوی (2)

''اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گئے''

اب اگر آدمؑ کی غلطی اور نافرمانی کے باوجود ان کی قدر منزلت میں کوئی فرق نہیں آسکتا تو سیدنا علیؓ بھی ایک صحابی رسول ہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہیں قرآن نے ان کی ضمانت دی ہے کہ ''**رضی اللہ عنهم ورضوا عنه**''(3) تو ان کی قدر منزلت عدل وسخاوت اپنی جگہ برقرار ہے اور رہے گی۔ انشاءاللہ۔

---

(1) ابو داؤد کتاب الحدود باب المجنون یسرق ۔رقم الحدیث4399

(2)سورہ طٰہٰ ۔آیت121

(3)سورہ البینہ ۔آیت 8

خیر خواہی کے نام پر اٹھائیسواں (28) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ غلام مجھ سے کون خریدتا ہے؟ حضرت نعیم نے 800 درہم میں خرید لیا۔ ڈاکٹر شبیر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: کیا نبی ﷺ غلام فروخت کرتے تھے؟ (اسلام کے مجرم صفحہ 40)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے حدیث نقل کرنے میں حسب عادت تلبیس سے کام لیا ہے اور حدیث کا جزء نقل کر کے اس کو اسلام دشمن سازش بنا ڈالا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں موجود اس روایت کو پس منظر کے تناظر میں دیکھا جائے تو حدیث رسول ﷺ قابل اعتراض نہیں بلکہ قابل تعریف نظر آئے گی۔

"عن جابر ان رجلا من الانصار دبر مملوکا له ولم لکن له مال غیره فبلغ ذلك رسول الله ﷺ فقال من یشتر به منی؟ فاشتراه نعیم بن النحام بثمانما ئة درهم"(1)

"جابرؓ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کر لیا (2) اور ان کے پاس غلام کے علاوہ اور کچھ مال متاع نہ تھا پس جب اس بات کی خبر اللہ کے رسول ﷺ کو پہنچی تو آپ نے (اس غلام کو لے کر) فرمایا کہ اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس کو نعیمؓ بن النحام نے آٹھ سو درھم میں خرید لیا۔"

صحیح بخاری کی اس مکمل روایت سے جو نکات سامنے آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں

(1) انصار صحابی نے اپنے غلام کی تدبیر کی۔

(2) اس غلام کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا مال و متاع نہیں تھا۔

---

(1) صحیح بخاری کتاب الاکراہ باب اذا اکرہ حتی وھب رقم الحدیث 6947

(2) مدبر کا معنی ھے کہ ایک شخص یہ کہتا ھے کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا غلام آزاد ھے

(3) اس صحابی رسولؓ کے انتقال کے بعد وہ غلام آزاد ہو جاتا اور ان کے گھر والے وراثت سے محروم رہتے اور تنگ دستی کا شکار رہتے۔

(4) اس بات کی خبر جب رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے اہل وعیال کی تنگ دستی کا خیال رکھتے ہوئے اس غلام کو فروخت کر دیا اور اس کی قیمت ان کو دے دی تاکہ وہ اس مال سے اپنے اہل وعیال کی کفالت کر سکیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک گھرانے کی کفالت کی خاطر اس غلام کو فروخت فرمایا۔ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کا ایک جز نقل کر کے حدیث کو محل نظر قرار دے دیا اور رسول اللہ ﷺ کی بابرکت ذات کو غلام بیچنے والا بنا ڈالا۔ **نعوذ با اللہ من ذلك**

خیر خواہی کے نام پر انتیسواں (29) اعتراض:

صحابہ کرامؓ کو ایک غزوے میں لونڈیاں حاصل ہوئیں چاہا کہ ان کے ساتھ صحبت کریں لیکن حمل نہ ٹھہرے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے بارے میں سوال کیا (یعنی برتھ کنٹرول) رسول اللہ ﷺ نے نعوذ باللہ فرمایا: **حل تفعلون بالفرج؟** کیا تم۔۔۔۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 40)

ازالہ:۔

صاحبو! ہمیں بڑے افسوس اور رنج کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ ڈاکٹر شبیر نے خیانت وکذب بیانی کی انتہاء کر دی ہے۔حدیث رسول اللہ ﷺ کو کچھ کا کچھ بنا کر پیش کیا ہے۔حدیث رسول ﷺ (جو دین اسلام کا دوسرا سب سے بڑا ماخذ ہے) میں تحریف کر کے اپنے آپ کو ان ملحدوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے کہ جن کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا اوكذب بالحق لما جاء ہ (1)

(1) سورہ عنکبوت، آیت 68

''اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر افتراء بازی کرے یا جب حق اس کے پاس آئے، تو آئی ہوئی چیز کی تکذیب کرے''

ڈاکٹر شبیر نے جن الفاظ اور حوالے سے حدیث نقل کی ہے وہ صحیح بخاری میں کہیں موجود نہیں بلکہ صحیح بخاری کتاب التوحید میں ان الفاظ سے مرقوم ہے۔

'' عن ابی سعید الخدری فی غزوۃ بنی المصطلق انھم اصابوا سبایا فارادو ان یستمتعو بھن ولا یحملن فسئلوا النبی ﷺ عن العزل فقال ماعلیکم ان لا تفعلوا فان اللہ قد کتب من ھو خالق الی یوم القیامه'' (1)

''ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ غزوہ بنو مصطلق میں ان کو (صحابہ کرامؓ) بہت لونڈیاں حاصل ہوئی پس انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ ان سے صحبت کریں لیکن ان کو حمل نہ ٹھہرے (تو انہوں نے) عزل (2) سے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو پس بے شک اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پیدا ہونے والوں کو لکھ دیا کہ جن کو وہ پیدا کرے گا۔''

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر کی پیش کردہ روایت اور مذکورہ حدیث کو ایک بار پھر مطالعہ کر کے تقابل کریں تو آپ کو حدیث کے الفاظ اور ڈاکٹر شبیر کی نقل کردہ روایت میں واضح فرق نظر آئے گا جس کی وجہ سے ہمیں اپنے قلم کی زبان میں ذرا سختی کرنا پڑی وگرنہ ہمیں ڈاکٹر شبیر سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ اور رہی بات عزل کی تو نبی ﷺ نے عزل کی اجازت کسی خاص مقصد کے تحت عطاء فرمائی تھی۔

سیدنا اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم

---

1) صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ ھو اللہ خالق الباری رقم الحدیث 7409

2) مانع حمل

ایسا کیوں کرتے ہو۔اس آدمی نے عرض کیا کہ میں اپنے بچے پر شفقت کے باعث ایسا کرتا ہوں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر یہ مضر ہوتا تو اہل روم وفارس کو بھی ضرر دیتا(1)

مذکورہ روایت میں صحابی رسول ﷺ نے عزل کرنے کی وجہ اپنے بچے پر شفقت بتلایا۔

لیکن بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

" مامن نسمة كائنة الى يوم القيامة الاوهى كائنة "

"جس جان کو آنا ہے قیامت تک وہ آکر رہے گی۔"

جہاں تک معاملہ لونڈی رکھنے اور ہمبستری کا ہے تو اس کی اجازت خود قرآن کریم دیتا ہے:

والذين هم لفروجهم حافظونo الا على ازواجهم اوماملكت ايمانهم فانهم غيرملومينo (2)

"اور وہ لوگ (مومنین) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں کے پس ان پر کچھ ملامت نہیں۔"

خیر خواہی کے نام پر تیسواں (30) اعتراض:

ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہیئے جس کی خوب اولاد ہو۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 42)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو بھی جزوی طور پر نقل کیا ہے اور عوام الناس کو حدیث رسول ﷺ سے متعلق دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔حالانکہ یہ روایت مشکوٰۃ میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

---

(1) ذاد المعاد جلد 4 صفحة 100

(2) سوره المؤمنون۔آیت 5.6

" عن معقل بن یسار قال رسول اللہ ﷺ تزوجوا الودود الولود ۔ فانی مکاثر بکم الامم"(1)

"معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا محبت کرنے والی اور بچہ جننے والی عورتوں سے نکاح کرو تا کہ میں دیگر امتوں پر تمہاری (کثرت کی) وجہ سے فخر کر سکوں"

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دے رہے ہیں جو محبت کرنے والی ہو اور بانجھ نہ ہو۔ تو اس حدیث میں ایسی کونسی بات ہے جو قابل اعتراض ہے۔ انسان نکاح محبت اور اولاد کے حصول کے لئے ہی کرتا ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرما دی تو اعتراض کیوں؟

خیر خواہی کے نام پر اکتسواں (31) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے دوزخ دکھلائی گئی اور وہاں زیادہ تر عورتیں پائیں گئیں۔
(اسلام کے مجرم صفحہ 44)

ازالہ:۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے مرقوم ہے۔

" عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ ریت النار فاذا اکثر اھلھا النساء یکفرن" (2)**الحدیث**

"ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے جہنم دکھائی گئی پس اس میں اکثریت عورتوں کی تھی جو کفر کرتی ہیں"

---

1)صحیح مشکوۃ کتاب النکاح الفصل الثانی رقم الحدیث3091

2)صحیح بخاری کتاب الایمان باب کفر ان العشیر رقم الحدیث 29

ڈاکٹر شبیر نے حدیث رسول اللہ ﷺ میں مغالطہ پیدا کرنے کے لئے لفظ ''یکفرن'' حذف کردیا کہ جس کے، معنی ''کفر کرنے کے ہیں''۔

اب حدیث رسول ﷺ کا منشاء یہ ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت ان کے کفر اور نافرمانی کی وجہ سے ہوگی بلا وجہ نہیں۔لہٰذا اعتراض کالعدم ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں کی بہ نسبت زیادہ ہے اگر جہنم میں زیادہ ہوں گی تو حیرت کیوں ہے؟ کیا قرآن مجید نے منع کیا ہے کہ عورتوں کی اکثریت جہنم میں نہیں ہوگی۔

خیر خواہی کے نام پر بتیسواں (32) اعتراض:

محمود بن ربیعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے منہ میں کلی کی جب میں پانچ سال کا تھا۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 44)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر نے یہاں پر بھی حدیث کا ترجمہ کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے اور حدیث میں موجود لفظ''وجھـه''(چہرہ) کا ترجمہ''منہ'' کیا ہے حالانکہ عربی میں''منہ'' کے لئے '' فم '' آتا ہے۔

حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن محمود بن ربیع قال : عقلت من النبی ﷺ مجة مجها فی وجھی وانا ابن خمس سنین من دلو(1)

''محمود بن ربیع فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر کلی فرمائی

1)صحیح بخاری کتاب العلم باب متی سماع الصغیر رقم الحدیث 77

تھی اور میں پانچ سال کا تھا۔“

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے جھوٹے میں اللہ رب العالمین نے شفاء رکھی تھی اس لئے آپ نے اس صحابیؓ پر کلی فرمائی تاکہ اللہ ان کے چہرے کو بیماری سے بچائے اور تر و تازہ رکھے۔ حیرت کی بات ہے کہ صحابی اس کو فخر سے بیان فرما رہے ہیں مگر ڈاکٹر شبیر کو یہ بات قابل اعتراض نظر آ رہی ہے۔ مدعی سست گواہ چست۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام کسی کوڑھی اور اندھے وغیرہ کو ہاتھ پھیر کر باذن اللہ شفاء دیتے تھے اب کوئی ہاتھ پھیرنے کو غلط معنوں میں استعمال کرے تو ہم اس شخص کو یقیناً اس گھٹیا اور سطحی سوچ پر ملامت کریں گے۔ پھر اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کی معجزاتی کیفیات کے متعلق ایسا ذہن رکھے تو اس بارے میں کیا خیال ہے؟

خیر خواہی کے نام پر تینتسواں (33) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ آپ ﷺ کے دونوں گال سرخ ہو گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ لال ہو گیا۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 44)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو غصہ کیوں آ گیا۔ لگتا ہے موصوف رسول اللہ ﷺ کو انسان ہی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ ایک بشر اور انسان تھے۔

قل انما انا بشر مثلکم (1)

”اے نبی کہہ دیں کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں“

چونکہ اللہ کے نبی ﷺ ایک انسان تھے اور غصہ انسانی فطرت میں داخل ہے لہٰذا نبی کریم ﷺ کا غصہ میں آ جانا ایک فطری عمل تھا رہی بات ایک نبی کا غصہ میں آ جانا یہ بات قرآن کریم سے ثابت ہے۔

---

(1) سورہ کہف۔ آیت 110

ولما رجع موسی الی قومه غضبان اسفا (1)

''جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تھے۔''

بلکہ غصہ کا یہ عالم تھا:

والقی الالواح واخذ برأس اخیه یجره الیه (2)

''اور (توریت) کی تختیاں پھینک دی اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔''

ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے غصہ کی حالت کا ذکر ہے تو ڈاکٹر شبیر اس آیت پر کیا ردعمل ظاہر کریں گے جس آیت میں نبی کے غصے کے ساتھ غصے کا ردعمل بھی ذکر ہے تو ثابت ہوا کہ ڈاکٹر شبیر کا اعتراض عبث ہے۔

خیر خواہی کے نام پر چونتیسواں (34) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے ایک رات فرمایا کہ حجرے والیوں (یعنی امہات المؤمنین) کو جگا دو بہت سی لباس والیاں ایسی ہیں کہ آخرت میں ننگی ہونگی۔

آپ ﷺ اپنی ازواج کے بارے میں درشت نہ تھے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 45)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس روایت کے مطابق اپنی ازواج سے درشت رویہ رکھتے تھے اور ان کو رات میں جگا دیا کرتے تھے۔

اگر ہم پوری روایت کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں یہ بات معلوم ہوگی کہ آپؐ نے اپنی ازواج کے ساتھ درشت (سخت) رویہ اختیار نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ بھلائی کی کہ ان کو صلاۃ تہجد کے لئے بیدار کیا ۔اور ''**رب کاسیة فی الدنیا**'' (بہت سے کپڑے والی آخرت میں ننگی ہوگی) کے الفاظ ازواج مطہرات کے متعلق نہیں بلکہ ان عورتوں کے متعلق فرمائے جو اپنے شوہروں کی خیانت کرتی ہیں۔

---

1) سورہ اعراف۔آیت 150 (2) سورہ اعراف۔آیت 150

مکمل حدیث درج ذیل ہے:

”عن ام سلمة قالت استيقظ النبی ﷺ ذات ليلة فقال سبحان الله ماذا انزل الليلة من الفتن ۔ وماذا فتح من الخزائن ايقظوا صواحبات الحجر فرب كاسية فی الدنيا عارية فی الآخرة“(1)

”ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ایک دفعہ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ سبحان اللہ آج رات کیا کیا فتنے نازل ہوئے ہیں۔ اور آج کن کن خزانوں کے دروازے کھلے ہیں۔ حجرے والیوں کو جگادو۔ بہت سی لباس والیاں آخرت میں بے لباس ہونگی“

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل چار باتیں بیان فرمائی ہیں۔

(1) آج کی رات بہت سے فتنے نازل ہوئے ہیں۔

(2) آج کی رات بہت سے خزانوں کے دروازے کھولے گئے ہیں۔

(3) حجرے والیوں (امہات المؤمنین) کو جگادو۔ تاکہ وہ عبادت کریں ان فتنوں سے پناہ مانگیں جو آج رات نازل ہوئی ہیں اور ان (رحمت کے) خزانوں کا سوال کریں جن کے منہ آج رات کھول دیئے گئے ہیں۔

(4) بہت سی لباس والی عورتیں قیامت کے روز بے لباس ہونگی۔

ڈاکٹر شبیر نے غلط فہمی کی بناء پر سمجھ لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو بلاوجہ رات میں بیدار کرکے درشتگی کا رویہ اختیار فرمایا (نعوذ باللہ) بلکہ جگانے کا مقصد صرف عبادت تھا جیسا کہ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ:

”واشاره بذلك الی موجب وايقاظ ازواجه الی ينبغی لهن أن لا يتغافلن عن العبادة ويعتمدن علی كونهن ازواج النبی ﷺ“(2)

---

1) صحیح بخاری کتاب العلم باب العلم و العظة بالليل رقم الحديث 115)

2) فتح الباری جلد 1 صفحہ 279

''(اس حدیث) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اپنی ازواج کو رات میں بیدار کرنا اس لئے تھا کہ وہ عبادت سے غافل نہ رہ جائیں اور صرف اس پر ہی اعتماد نہ کرلیں کہ وہ نبی ﷺ کی بیوی ہیں''

ڈاکٹر شبیر کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کا ''رب کاسیة'' کہنا ازواج مطہرات کے لئے تھا۔ یہ بھی بہت بڑی غلط فہمی ہے حدیث میں کہیں یہ بات موجود نہیں کہ آپ نے یہ بات ازواج مطہرات کے متعلق فرمائی۔ بلکہ دوسری احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ آپ ﷺ نے بدکار عورتوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے قوم کو مخاطب کیا:

''یا رب کاسیة فی الدنیا والآخرة''(1)

علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

''یارب کاسیة ای قوم رب کاسیة''(2)

''اے قوم والوں بہت سی لباس والیاں آخرت میں بے لباس ہونگی''

بالفرض اگر تسلیم بھی کرلیا کہ یہ الفاظ ازواج مطہرات کو کہے گئے تو اس سے مراد صرف ترغیب وتنبیہ ہے نا کہ وعید۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا:

یا نساء النبی من یات منکن بفاحشة مبینة یضٰعف لها لعذاب ضعفین(3)

''اے نبی کی بیویوں تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کرے گی تو اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا''

---

(1)صحیح بخاری کتاب لاتهجد باب تحریض النبی ﷺ علی صلوة الیل رقم الحدیث 1126

(2)عمدة القاری جلد7صفحہ260

(3)سورہ الاحزاب۔آیت 30

اب اس آیت کا منشاء یہ نہیں کہ ازواج ایسا کریں گی بلکہ محض تنبیہ مراد ہے تو حدیث کا منشاء بھی یہی ہے۔ الغرض حدیث اعتراض سے پاک ہے۔

خیر خواہی کے نام پر پینتیسواں (35) اعتراض:

ام سلمہؓ نے فرمایا اگر عورت کو احتلام نہ ہو تو بچہ اس کا ہم شکل کیوں ہوتا ہے؟

(اسلام کے مجرم، صفحہ 45)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو بھی نقل کرنے میں بے احتیاطی اور تساہل سے کام لیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے قول مبارک کو ام سلمہؓ کا کلام بنا کر پیش کر دیا۔ اور یہ اعتراضاً نقل کر دیا کہ ام سلمہؓ جنسیات کی باتیں بیان فرما رہی ہیں اصل حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری میں یہ روایت ان الفاظ سے مرقوم ہے۔

عن ام سلمة قالت جاءت ام سليم الى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله ﷺ ان الله لا يستحي من الحق فهل على المرأة من غسل اذا احتلت ؟ قال النبي ﷺ اذا رأت الماء : فغطت ام سلمة ـ نفي وجهها ـ وقالت ، يا رسول الله ﷺ وتحتلم المرأة ؟ قال نعم تربت يمينك ،فبم يشبهها ولدها؟

''ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ام سُلَیمؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ بے شک اللہ حق سے نہیں شرماتا۔ کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں جب وہ پانی دیکھے پس ام سلمہؓ نے اپنا چہرہ شرم کے مارے چھپا لیا اور سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ

ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو پس بچے کی شباہت اپنی ماں سے کیسے ہوتی ہے؟''

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر شبیر کے نقل کردہ الفاظ ام سلمہؓ کا قول نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی مرفوع روایت ہے اور اس پر عموی طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر عورت کو احتلام ہوتا ہے اور ماہرین اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ عورت کا نطفہ مقدار میں کم ہوتا ہے لہٰذا ہمیشہ لڑکا پیدا ہونا چاہئیے لیکن یہاں تو اکثریت ہی عورتوں کی ہے یعنی زیادہ عورتیں ہی پیدا ہوتی ہیں آخر کیوں۔۔۔۔۔۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاد کا ہونا نطفہ کی مقدار پر نہیں ہوتا بلکہ منشاء الٰہی پر ہوتا ہے۔ کیمیا کے طالب علم جانتے ہیں Titration کرتے وقت ایک قطرہ بہت بڑے محلول پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے لہٰذا غلبہ قوت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ مقدار کی مناسبت سے۔

خیر خواہی کے نام پر چھتیسواں (36) اعتراض:

حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے جریان تھا جس سے میری مذی نکلا کرتی تھی۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 45)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو نہ معلوم احادیث و آثار سے اس قدر دشمنی کیوں ہے؟ بلاوجہ صحیح روایات کو اسلام دشمن ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں ایک وجہ ہے کہ غیر مسلم ان احادیث کو محل اعتراض بنا کر اسلام پر تنقید کرتے ہیں۔ (خلاصہ اسلام کے مجرم صفحہ 43)

عرض ہے کہ غیر مسلم صرف احادیث کی ان روایات پر ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کی آیات پر ایسی ہی تنقید کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے ''ستیارتھ پرکاش'' وغیرہ۔ تو کیا اب ان غیر مسلموں کی تنقید کا علمی طور پر منہ توڑ جواب دینا چاہئیے یا پھر ''اسلام کے مجرم'' جیسی کتاب کی دوسری قسط شائع کر کے قرآن مجید کی آیات پر بھی ایسی تنقید کرنی چاہئیے اس کا جواب ہم آپ پر چھوڑتے ہیں۔

جہاں تک علیؓ کے قول کا تعلق ہے" مجھے مذی آتی تھی" جریان اور مذی ایک قسم کی بیماری ہے جو انسان کو لاحق ہو جاتی ہیں۔ تو سیدنا علیؓ بھی ایک انسان تھے اگر ان کو یہ بیماری لگ گئی تو یہ کوئی اچھنبے کی بات تو نہیں۔ لگتا ہے ڈاکٹر شبیر بھی سیدنا علیؓ کے متعلق شیعہ و روافض جیسا باطل نظریہ رکھتے ہیں یعنی انسان نہیں سمجھتے۔ اگر ڈاکٹر شبیر کو یہ اعتراض ہے کہ سیدنا علیؓ نے ایسی جنسی بیماری کے متعلق بیان کیوں کیا؟ تو اس کا جواب حدیث میں موجود ہے جس کو ڈاکٹر شبیر حذف کر گئے ہیں کہ سیدنا علیؓ نے مسئلہ پوچھنے کے لئے اس بیماری کا اظہار فرمایا تھا۔

مکمل روایت ملاحظہ فرمائیں:

"عن علی قال کنت رجلا مذاء فامرت المقداد ان لیسأل النبی ﷺ فقال فیہ الوضوء"(1)

"سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ مجھے کثرت سے مذی (2) آتی تھی میں نے مقدادؓ بن اسود کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ سے اس بارے میں سوال کریں (کہ اس پر غسل ہے یا وضوء) پس مقدادؓ نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کو وضو کرنا چاہیئے"

خیر خواہی کے نام پر سینتیسواں (37) اعتراض:

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کئے دو کچی اینٹوں پر رفع حاجت کے لئے بیٹھے ہیں۔ کیا صحابہ ایسی باتیں کہہ سکتے ہیں۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 45)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

---

1) صحیح بخاری کتاب العلم باب من استحیا فامر غیرہ بالسوال رقم الحدیث 132

2) شہوت کی وجہ سے شرمگاہ سے نکلنے والے پانی کو مذی کہا جاتا ھے۔

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے۔

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة(1)

''یقیناً تمہارے لئے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''

لہٰذا قرآن کریم ہمیں زندگی کے ہر شعبہ، ہر لمحہ اور ہر معاملہ میں نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کو بطور اسوہ اختیار کرنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ہر مرحلہ میں امت کی رہنمائی فرماتے تھے اسی لئے عبداللہ بن عمرؓ نے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کو بیان کیا نہ کہ غلط نظریہ سے۔

جہاں تک ڈاکٹر شبیر کا یہ اعتراض کہ صحابی رسول ﷺ ایسی بات نہیں کہہ سکتے تو یاد رکھیں ہر چیز کے دو معانی ہوتے ہیں ایک صحیح اور ایک غلط یہ آپ کے تقویٰ پر منحصر ہے کہ آپ کونسا مطلب اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں ارشاد ہے: کہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کو اغلام بازی سے روک رہے تھے۔ قرآن کریم ذکر کرتا ہے۔

قال هؤلاء بناتي ان كنتم فاعلين (2)

''لوط (علیہ السلام) نے کہا اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو میری بیٹیاں موجود ہیں''

اب بتایئے اس آیت کا صحیح مطلب کیا ہوگا۔۔۔۔؟

خیر خواہی کے نام پر اڑتیسواں (38) اعتراض:

ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک پیالے میں اپنے دونوں ہاتھ اور منہ دھویا اور پھر اس میں کلی کی پھر ابو موسیٰؓ اور بلالؓ سے کہا اس میں سے کچھ پی لو۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 45)

اس اعتراض کا مفصل جواب گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔

---

(1)سورہ احزاب۔آیت 21

(2)سورہ حجر۔آیت 71

خیر خواہی کے نام پر انتالیسواں (39) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے گھوڑے پر آئے اور وہیں کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 45)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر کا دعوی ہے کہ وہ عربی، اردو، انگریزی وغیرہ زبان پر مہارت رکھتے ہیں۔ (اردو عربی انگریزی فارسی کی کتابیں تو شبیر احمد خود پڑھ لیتا ہے) (اسلام کے مجرم صفحہ 32۔) ڈاکٹر شبیر کی علمی قابلیت کی حالت یہ ہے کہ حدیث میں مذکور لفظ ''سباطة'' (کوڑے دان) کا ترجمہ ''گھوڑے'' سے کیا ہے جو عربی زبان میں ڈاکٹر شبیر کی ''علمی'' مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے اس طرح کے کچھ ''علمی شاہکار'' تو آپ نے پچھلے اوراق میں بھی ملاحظہ کئے ہونگے اور مزید شاہکار آپ کو اگلے صفحات میں جا بجا نظر آئیں گے۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون)

زیر بحث روایت صحیح بخاری میں موجود ہے:

:''عن حذیفه قال اتی رسول الله ﷺ سباطة قوم فبال قائما الحدیث''(1)

''حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ قوم کے کوڑے دان پر آئے اور آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا''

ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث پر اعتراض اس لئے ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کا معمول یہ ہی تھا کہ آپ بیٹھ کر پیشاب کرتے۔ مگر جس جگہ آپ نے پیشاب کیا وہ کوڑا کرکٹ گندی جگہ تھی بیٹھ کر پیشاب کرنے سے

---

1) صحیح بخاری کتاب الوضوء، باب البول، رقم الحدیث 224

گندگی آپ کے کپڑوں کو خراب کرسکتی تھی تو اس سے بچنے کے لئے آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا۔

خیر خواہی کے نام پر چالیسواں (40) اعتراض:

ابوسلمہ ؓ کہتے ہیں کہ میں اور عائشہؓ کے بھائی عائشہؓ کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے غسل کر کے دکھایا اور اپنے سر پر پانی بہایا ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں۔

مظاہرہ کرنا قطعی ضروری نہ تھا زبانی بتادیا ہوتا یا ابوسلمہ اپنی بیوی کو بھیج کر صحیح غسل کا پتہ چلا سکتا تھا بعد میں خود ان سے سیکھتا۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 45.46)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو یہاں پر فاش غلط فہمی ہوئی ہے۔ غسل کے معنی صرف نہانے کے نہیں بلکہ غسل کے معنی ''پانی'' کے بھی ہیں اور ان معنوں میں یہ لفظ احادیث میں بھی استعمال ہوا ہے۔ سیدہ میمونہ ؓ فرماتی ہیں کہ

وضعت الرسول ﷺ غسلا(1)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا۔''

خود امام بخاریؒ نے اس حدیث پر باب باندھا ہے کہ

'' باب الغسل بالصاع ونحوه''

''غسل ایک صاع پانی سے کرنا چاہئے۔''

اب **فسألها عن غسل النبی ﷺ** کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے نہانے کے پانی

---

1) صحیح بخاری کتاب الغسل باب من افرغ بیمینه علی شماله رقم الحدیث 266

کے متعلق سوال کیا؟ اس سوال کے جواب میں ام المؤمنین عائشہؓ نے جو جواب دیا خود ان ہی الفاظ کے آگے مذکور ہے کہ "فدعت باناء "(1) انہوں نے ایک برتن پانی منگوایا اور اس برتن کے ذریعے یہ سمجھا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اتنے پانی سے نہایا کرتے تھے، حدیث میں غسل کی کیفیت کا بیان نہیں بلکہ غسل کے پانی کا بیان ہے غسل کی کیفیت تو ام المؤمنین عائشہؓ نے زبانی بتلادی تھی۔

ابوسلمہؒ فرماتے ہیں:

"قالت عائشةؓ كان رسول الله ﷺ اذا غسل بدأ بيمينه فصب عليها من الماء فغسلها ثم صب الماء على الاذى الذى به بيمينه وغسل عنه بشماله حتى اذا فرغ من ذلك صب على رأسه" (2)

"ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل فرماتے تو دائیں ہاتھ سے شروع کرتے اور اس پر پانی بہا کر اسے دھوتے پھر شرم گاہ کے اطراف کی گندگی پر دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے دھو ڈالتے پھر فارغ ہو کر اپنے سر پر پانی بہا لیتے۔"

غرض یہ کہ غسل کی کیفیت بتانے کے لئے عائشہؓ نے غسل تو نہیں کیا بلکہ جب انہوں نے پانی کی مقدار کا ذکر کیا تو ابوسلمہؒ وغیرہ نے تعجب کا اظہار کیا کہ اتنے کم پانی سے کیسے نہایا جا سکتا ہے تو سیدہ عائشہؓ نے کہا کہ یہ ممکن ہے اور اب میں نہانے جا رہی ہوں اور اتنے ہی پانی سے نہاؤں گی پس انہوں نے پردہ ڈالا اور غسل فرمایا اور ثابت کر دیا کہ اتنے کم پانی سے غسل ممکن ہے۔

اور رہی بات ڈاکٹر شبیر کے تبصرے کی کہ،

"مظاہرہ کرنا قطعی ضروری نہ تھا زبانی بتا دیا ہوتا یا ابوسلمہ اپنی بیوی کو بھیج کر صحیح غسل کا پتہ چلا سکتا تھا بعد میں ان سے خود سیکھ لیتا"

---

(1) صحیح بخاری کتاب الغسل باب الغسل بالصاع ونحوه رقم الحدیث 251

(2) صحیح مسلم کتاب الحیض باب القدر المستحب من الماء فی غسلا لجنابة رقم الحدیث 729

اسکا جواب یہ ہے کہ:

(1) ابو سلمہؓ سیدہ عائشہؓ کے رضاعی بھانجے تھے اور دوسرے شخص سیدہ عائشہؓ کے سگے بھائی اور دونوں محرم تھے۔

(2) سیدہ عائشہؓ سے غسل کے پانی کی مقدار پوچھنے آئے تھے ڈاکٹر شبیر فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے غسل کا مظاہرہ کیا تھا یہ بات سراسر امہات المؤمنین کے خلاف ذہن میں بھری ہوئی گندگی کا اظہار ہے۔

3) مسئلہ تو در پیش آیا ابو سلمہؓ کو اور بھیج اپنی بیوی کو دیں اب اس کو اس مثال سے سمجھیں۔ ڈاکٹر شبیر اگر میڈیکل ڈاکٹر ہیں تو یقیناً انہوں نے Embryology کے مسائل ضرور پڑھیں ہونگے اور انکو پڑھانے والے اساتذہ یقیناً لیڈی ڈاکٹرز بھی ہونگی تو ڈاکٹر شبیر کو جنسیات کے متعلق سوال کرتے ہوئے یقیناً شرم بھی محسوس ہوتی ہوگی تو ان مسائل کے لئے ڈاکٹر صاحب نے اپنی بیوی کو کیوں نہ بھیجا۔ تاکہ وہ Embryology کے مسائل "صحیح طریقے" سے سیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو آکر باخبر کرتی۔

خیر خواہی کے نام پر اکتالیسواں (41) اعتراض:

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا اور رسول اللہ ﷺ اختلاط کرنا چاہتے تو حیض کے غلبہ کے دوران ازار (لونگی، تہمد) باندھنے کا حکم دیتے اور پھر اختلاط فرماتے۔ قرآن اس سے منع کرتا ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 46)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو یہاں بھی غلط فہمی ہوئی ہے قارئین کرام! قرآن کریم میں ایسی کونسی آیت ہے جو اس سے روکتی ہے ڈاکٹر شبیر نے یہاں دو علمی خیانتیں کی ہیں۔

1) حدیث کا ترجمہ غلط کیا ہے۔

2) آیت مبارکہ سے غلط استدلال کیا ہے۔

اب قرآن کریم کا حکم ملاحظہ فرمائیں:

و یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ (1)

''اور لوگ آپ سے حیض سے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دیجئے حیض ایک قسم کی تکلیف ہے اس لئے دوران حیض عورتوں سے دور رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ اور پاک ہونے کے بعد ان کے پاس جاؤ جیسے اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا''

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

1) حیض عورت کے لئے تکلیف کا باعث ہے۔

2) اس حالت میں ان سے جماع کرنا منع ہے۔

3) جب وہ اس سے پاک ہو جائیں تو ان سے جماع کرنا اللہ کے حکم سے جائز ہے۔

یہ تین نکتے اس آیت سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اب آئیں حدیث کی طرف:

''عن عائشۃؓ کان یأمرنی فأتذر قیبا شرنی وانا حائض''

''عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حیض کی حالت میں رسول اللہ ﷺ مجھے تہہ پوش پہننے کا حکم دیتے اور اس کے بعد مجھ سے مباشرت کرتے۔''

قارئین کرام! یہ ہے وہ حدیث جسے ڈاکٹر شبیر نے خلاف قرآن کہہ کر ٹھکرا دیا حالانکہ یہ ڈاکٹر شبیر کی کم علمی کی ایک اور بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ یہ قرآن کے موافق ہے نہ کہ مخالف۔ یہاں سب سے بڑی جو غلط فہمی ہوئی ہے وہ مباشرت کے الفاظ سے ہوئی۔ ڈاکٹر شبیر نے

---

(1) سورہ البقرہ۔ آیت 222

اس کے معنی اختلاط یعنی ہمبستری کے کئے ہیں لیکن عربی میں اس کا معنی کچھ اور بنتا ہے اور اردو میں مباشرت کے الفاظ کچھ اور معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

صاحب عون المعبود (شرح سنن ابی داؤد) ذکر فرماتے ہیں کہ:

"معنی المباشرة هنا المس باليدمن اللمس"

"مباشرت سے یہاں صرف ہاتھ سے چھونا اور دو جسموں کا ملنا مراد ہے (نہ کہ جماع)"

مزید وضاحت امام شوکانیؒ فرماتے ہیں: یہ قول ہے۔"

"ان المباشرة فی الاصل التقاء"

"مباشرت اصل میں دو جسموں کے ملنے کو کہتے ہیں۔"

لہٰذا حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ نبی ﷺ اپنی بیوی کے پاس جو بحالت حیض ہوتیں (اور دوسری حدیث میں روزے کے بھی الفاظ ہیں جسے ڈاکٹر شبیر نے آگے تنقید کا نشانہ بنایا ہے) اٹھتے بیٹھتے تھے اور ہاتھ لگاتے تھے اور پیار بھی کرلیا کرتے تھے (نہ کہ جماع) لہٰذا اب بتائیں یہ کہاں قرآن کے خلاف ہے؟ اگر آپ کہیں کہ اس آیت میں قریب جانے سے منع کیا گیا ہے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کتنا قریب؟ اگر آپ کی بات تسلیم بھی کرلی جائے تو معنی یہ ہونگے کہ عورت کو ایسی حالت میں اپنے گھروں سے نکال دیا جائے۔ اس لئے کہ ایک گھر میں رہتے ہوئے قربت لازمی چیز ہے۔ کیا آپ ایسا کرسکتے ہیں ہرگز نہیں تو حدیث کو ماننے میں کیا اختلاف ہے۔۔۔؟؟

خیر خواہی کے نام پر بیالیسواں (42) اعتراض:

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں ہمارے بوسے لیا کرتے تھے اور مباشرت کیا کرتے تھے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 47)

اس حدیث کا جواب گزشتہ اعتراض پر تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اب تکرار کی ضرورت نہیں۔

خیر خواہی کے نام پر تر الیسواں (43) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز کرتا ہے یعنی ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 47)

ڈاکٹر شبیر اس حدیث کو ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

کیا یہ سرکار دو عالم ﷺ کی زبان ہو سکتی ہے۔

ازالہ:۔

قرآن کریم میں شیطان کے لئے یہاں تک الفاظ استعمال ہوا ہے۔

قال فاخرج منها فانك رجيم(1)

''جنت سے نکل جا تو مردود ہے۔''

کیا یہ الفاظ اللہ کے ہو سکتے ہیں؟

قارئین کرام! شیطان انہی الفاظ کے لائق ہے اور یہ صفات اس میں موجود ہیں اس لئے اس کو انہی الفاظ کے ساتھ باور کرا دیا گیا ہے۔ لیکن ہمیں نہیں معلوم ڈاکٹر شبیر کی اللہ کے مجرم سے کیا خاص رشتہ داری ہے کہ جس کو متفقہ طور پر دنیا کی ہر زبان میں برا کہا جاتا ہے ڈاکٹر کو اس کے خلاف اللہ کے رسول ﷺ کے الفاظ سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے کہ:

ومن يعش عن ذكر الرحمان نقيض له شيطانا فهوله قرين(2)

''اور جو رحمان کے ذکر (قرآن وحدیث) سے اعراض کرتا ہے ہم شیطان کو اس کا دوست بنا دیتے ہیں۔''

---

1) سورہ حجر۔ آیت 34

2) سورہ زخرف آیت 36

تو اب لازم ہے کہ دوست کی برائی میں دوست کا دل تو جلے گا۔۔۔۔۔۔

خیر خواہی کے نام پر چوالیسواں (44) اعتراض:

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بندر کو دیکھا کہ بہت سے بندر اس کے گرد جمع ہو گئے تھے اس نے بندریا کے ساتھ زنا کیا تھا سب بندروں نے سنگسار کیا میں نے بھی ان کے ساتھ اسے سنگسار کیا۔ایک اور حدیث میں یہ بیان بھی ہے کہ وہ بندریا ایک ادھیڑ عمر بندر کے ساتھ لیٹی تھی ایک جوان بندر آیا اور آنکھ مار کر اسے اپنے ساتھ لے گیا پھر انہوں نے زنا کیا۔

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں کہ جانور پر شرعی قانون؟ (اسلام کے مجرم صفحہ 47)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

صحیح بخاری کی یہ روایت کوئی مرفوع حدیث نہیں بلکہ ایک تابعی کا مشاہدہ ہے جو انہوں نے بیان کر دیا ثانیاً اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل پر عذاب نازل کیا تو ان کی شکل کو مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بندر کی حرکات وسکنات بہت حد تک انسانوں سے ملتی جلتی ہیں اگر عمرو بن میمونؒ نے ایک ایسا ہی واقعہ دیکھ کر بیان کر دیا تو اعتراض کیوں؟ جدید تحقیق اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ کچھ گوریلے بندر ایسے ہوتے ہیں جو بالکل انسانوں کی طرح رہن سہن رکھتے ہیں کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے ودیگر معاملات میں ان میں کسی حد تک انسانوں کی سی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو انسانوں کو دیکھ کر بالکل ہو بہو ان کی بہترین نقالی بھی کرتے ہیں۔تو یہ بعید از عقل نہیں کہ عمر بن میمونؒ کے سامنے اس طرح کا واقعہ پیش آ گیا ہو۔اور رہی بات جانور پر شرعی قانون؟ تو اس کے متعلق قرآن میں بھی ایک واقعہ مذکور ہے کہ:

فبعث الله غرابا يبحث في الارض ليريه كيف يواري سوءة اخيه قال يويلتي اعجزت ان اكون مثل هذا الغراب

فواری سوئۃ اخی فاصبح من النادمین (1)

"پھر اللہ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپائے وہ کہنے لگا ہائے افسوس! کیا میں ایسا کرنے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس کوّے کی طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنا دیتا پھر تو اور شرمندہ ہو گیا۔"

مذکورہ آیت میں ایک کوا جو کہ شرعاً مکلف نہیں مگر اس کے باوجود ایک شخص کو شرعی عمل دکھلا رہا ہے اور وہ شخص اس سے وہ عمل سیکھ رہا ہے۔ تو اگر ایک شرعی حد کے مثل بندروں نے کوئی عمل کر دیا تو اعتراض کیوں؟

خیر خواہی کے نام پر پینتالیسواں (45) اعتراض:

آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 48)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کے الفاظ کو ظاہری طور پر عقل کی کسوٹی پر پرکھا ہے اس لئے غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سورج کے طلوع ہوتے وقت عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کہ سورج کے پجاری اس وقت سورج کی پوجا کرتے ہیں اور شیطان طلوع شمس کے وقت سورج کے بالکل اس طرح سامنے آجاتا ہے گویا سورج اس کی سینگوں کے درمیان طلوع ہو رہا ہے ڈاکٹر شبیر حدیث کے ظاہری الفاظ سے غلط فہمی کا شکار ہو گئے حالانکہ بعض دینی امور انسان کی عقل و فہم سے بالاتر ہوتے ہیں جن پر یقین کرنے کے لئے ایک مذہبی انسان کو مادی سوچ سے دستبردار ہونا پڑتا ہے۔

مثلاً قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے کہ:

حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ ووجد عندھا قوما (2)

---

1) سورہ مائدہ۔ آیت 31 2) سورہ الکھف۔ آیت 86

''یہاں تک کہ وہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچ گیا اور اسے ایک دلدل کے چشمے میں غروب ہوتا پایا''

یہ آیت عقل، نقل، سائنس ہر چیز کے خلاف ہے ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ سورج اگر ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے اگر پاکستان میں غروب ہو گیا تو امریکہ میں چمکتا ہوا موجود ہوتا ہے۔ اگر ایک مسلمان کو جو قرآن کی اس آیت کا علم نہیں رکھتا یہ بتایا جائے کہ سورج دلدل میں ڈوبتا ہے تو وہ مذاق اڑائے گا اور کہنے والے کی عقلی حالت پر شبہ کرے گا۔ مگر ہم کیا کریں قرآن میں اس طرح سے موجود ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے تو اگر صحیح حدیث میں کچھ اسی طرح آ گیا تو اسے اسلام دشمن سازش کہہ کر کیوں رد کر دیا جاتا ہے؟

قارئین کرام! ہمیں چاہیے کہ ہم بحیثیت مسلمان اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ کی ہر بات کو من وعن تسلیم کریں کیونکہ یہی ایمان بالغیب ہے۔ بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو احادیث کو سائنس کی نظر سے دیکھتے ہیں اگر سائنس تسلیم کرے تو وہ آپ ﷺ کی بات کو مانیں گے وگرنہ رد کر دیتے ہیں یاد رکھیں کے نظریات میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں وہ کبھی ایک حالت پر نہیں رہتے لیکن اللہ کا قرآن اور اسکے آخری نبی ﷺ کا فرمان اپنی جگہ اٹل ہے۔

مشہور نو مسلم سائنسدان مورلیس بکائی اپنی مشہور زمانہ کتاب میں رقمطراز ہے:

سیدنا ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا جب سورج غروب ہو رہا تھا کہ جانتے ہو یہ کہاں جاتا ہے میں نے جواب دیا اللہ اور اسکے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ جا کر عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا مگر قبول نہ ہوگا تو اسے کہا جائے گا کہ جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ تو وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔(1) اس حدیث کو ڈاکٹر مورلیس بکائی نے

"The Bible Quran and Scince" page.244 (1

اپنی کتاب میں درج کرنے کے بعد اپنی کم علمی اور ناقص تحقیق کی بناء پر انکار کر دیا لیکن موجودہ سائنس دانوں نے اس حدیث کے اثرات دیکھ لئے ہیں۔ آج سائنسدان سیارہ ''مریخ'' پر تحقیق کر رہے ہیں اور اس میں پانی و زندگی کے آثار تلاش کئے جا رہے ہیں کیونکہ مریخ زمین کا پڑوسی سیارہ ہے اور سورج سے بہت فاصلہ پر ہے اس لئے ممکن ہے کہ اس میں بھی زمین کی طرح زندگی و پانی موجود ہو۔ چنانچہ سائنسدانوں کو ان کی فلکی حساب و کتاب میں تحقیق و مہارت کی وجہ سے یہ بھی معلوم تھا کہ مریخ اپنے مدار میں گردش کرتا ہوا ایک طویل عرصے بعد 2003ء میں زمین سے قریب ترین ہوگا اس لئے مریخ کی یہ گردش دنیا کی تمام رصدگاہوں کی توجہ کا مرکز بن گئی اس کی ہر حرکت کو نوٹ کیا جانے لگا اور اسکے قریب ہونے کا انتظار ہونے لگا تاکہ اس کی واضح تصاویر حاصل کی جاسکیں۔ جب مریخ قریب ترین ہوا تو اس کے متعلق بہت سی معلومات حاصل کیں گئیں۔ ان میں ایک سب سے عجیب بات جو سائنسدانوں کو معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ مریخ کی اپنے محور میں مشرقی جانب رفتار کم ہونے لگی یہاں تک کہ 30 جولائی کو مریخ کی حرکت بالکل رک گئی اس نے دوبارہ الٹا گھومنا شروع کر دیا اور 29 ستمبر تک یہی ہوتا رہا۔ یعنی 30 جولائی سے 29 ستمبر تک مریخ میں سورج مغرب سے طلوع ہوتا رہا۔ سائنسدانوں نے اس حیرت انگیز عمل کا نام (Retrograde Motion) رکھا اور سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ نظام شمسی کے ہر سیارے پر یہ عمل ایک نہ ایک دن ضرور رونما ہوگا۔ چونکہ زمین بھی نظام شمسی کا ایک سیارہ ہے۔ اس لئے زمین پر بھی سورج ایک دن مغرب سے ضرور طلوع ہوگا۔(1)

الحمدللہ !

1400 سال قبل ہی نظام شمسی کی اس بہت بڑی تبدیلی کے بارے میں اللہ کے سچے اور آخری نبی ﷺ نے اہل ایمان کو آگاہ فرما دیا تھا جبکہ اس وقت نہ تو سائنس نے اتنی ترقی کی تھی اور نہ ہی جدید وسائل اور رصدگاہیں دستیاب تھیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ رب العزت

---

1) www.space.com

کے قرآن اور آپ ﷺ کی صحیح احادیث کو تسلیم کریں یہی ایمان بالغیب کا تقاضہ ہے۔

خیر خواہی کے نام پر چھیالیسواں (46) اعتراض:

امام طبری کی تاریخ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی کفار بھی موجود تھے شیطان نے آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے۔ یہ بت یعنی لات منات اور عزیٰ محترم ہیں اور ان کی شفاعت مقبول ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 51)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کی اس بات سے ہم اتفاق کرتے ہیں کہ یہ واقعی اسلام دشمن گروہ (زنادقہ) کی سازش ہے کہ انہوں نے یہ گھٹیا بات رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردی۔ اس کا صحیح احادیث سے کوئی تعلق نہیں۔ الحمد للہ جس چیز کو اب آپ پیش کررہے ہیں محدثین کرام اس کو سینکڑوں سال قبل اپنی تحریروں میں رد کر چکے ہیں۔

امام ابن خزیمہؒ متوفی 311ھ فرماتے ہیں:

هذه القصة من وضع الزنادقه (1)

''یہ روایت زندیقوں کی گھڑی ہوئی ہے''

کسی بھی جھوٹی روایت کا تعلق صحیح حدیث سے نہیں ہوتا اور اس کو حدیث سمجھنا نبوت پر نقص لگانے کے مترادف ہے۔

مزید برآں:

اس واقعہ کو ڈاکٹر شبیر نے (سیرۃ النبی از شبلی نعمانی) کے حوالہ سے نقل کیا ہے مگر اس کو نقل کرنے میں بھی ڈاکٹر شبیر نے ڈنڈی ماردی۔ روایت تو پوری نقل کردی مگر اس میں علامہ شبلی نعمانی کا تبصرہ حذف کر گئے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

---

(1) فتح القدیر للشوکانی جلد 3 صفحہ 462

''یہ قصہ نا قابل ذکر ہے اور اکثر کبار محدثین، مثلاً، قاضی عیاض، علامہ عینی، حافظ منذری اور علامہ نووی نے اس کو باطل اور موضوع قرار دیا ہے'' (1)

کاش ڈاکٹر شبیر اس عبارت کو بھی نقل کر دیتے یا خود تحقیق کر لیتے تو اعتراض کی نوبت نہ آتی۔ صد افسوس۔۔۔۔

خیر خواہی کے نام پر سینتالیسواں (47) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ ؓ کے سامنے قسم کھائی کہ اپنی کنیز سے مقاربت نہ کریں گے حضرت حفصہ ؓ اپنے گھر میں گئیں تو رسول اللہ ﷺ کو ماریہ ؓ کے ساتھ ہمبستر دیکھا اس پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کیا (بہت ڈانٹ پلائی)۔ (اسلام کے مجرم، صفحہ 51,52)

نوٹ:۔ اصل روایت میں لفظ ''معاتب'' ڈانٹ ہے ڈاکٹر شبیر نے ''مخاطب'' کر دیا۔

ازالہ:۔

قارئین کرام! ڈاکٹر شبیر نے روایت تو نقل کر دی مگر اس روایت پر علامہ شبلی نعمانی کا طویل علمی تبصرہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہمیں کچھ ایسا لگتا ہے کہ ڈاکٹر شبیر ان من گھڑت وضعیف احادیث کا سہارا لے کر عوام الناس کو حدیث رسول اللہ ﷺ سے دور کرنا چاہتے ہیں اور اس امت کو جو پہلے ہی تباہی وگمراہی کے دہانے پر کھڑی ہے اس کے تابوت میں آخری کیل (فتنۂ انکار حدیث رسول ﷺ) ٹھوک رہے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ احادیث وروایات نقل کرتے وقت اس کی صحت وضعف پر کیے گئے علماء ومحدثین کے تبصرے وتنقید کو حذف کر دیتے ہیں جو کہ اس روایت پر حق وباطل ہونے پر فیصل ہوتے ہیں یہاں زیر بحث روایت پر کی گئی علامہ شبلی نعمانی کی بھرپور علمی تنقید کو ہم من وعن نقل کر رہے ہیں تاکہ عوام الناس کو ڈاکٹر شبیر کی

(1) سیرۃ النبی ﷺ جلد 1 صفحہ 146

تلبیسات وعلمی خیانت کا بغور اندازہ ہو جائے۔

علامہ شبلی نعمانی نے اس بحث پر "روایات کاذبة" کے نام سے باب باندھا ہے۔

یہ بات اس قدر مسلّم ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات کی خاطر اپنے اوپر کوئی چیز حرام کر لی تھی۔ اختلاف اس میں ہے کہ وہ کیا چیز تھی؟ بہت سی روایتوں میں ہے کہ ماریہ قبطیہ ایک کنیز تھیں جن کو عزیز مصر نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں تحفہ بھیجا تھا۔ ماریہ قبطیہ کی روایت تفصیل کے ساتھ مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے جس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا جو راز سیدہ حفصہ ؓ نے فاش کر دیا تھا وہ انہی ماریہ قبطیہ ؓ کے متعلق تھا اگرچہ یہ روایتیں بالکل موضوع اور نا قابل ذکر ہیں۔ لیکن چونکہ یورپ کے اکثر مؤرخوں نے نبی اکرم ﷺ کے معیار اخلاق پر جو حرف گیری کی ہے (ان کا کل سرسری ہی ہے) اس لئے ان سے تعرض کرنا ضروری ہے۔ ان روایتوں میں واقع کی تفصیل سے متعلق اگرچہ نہایت اختلاف ہے لیکن اس قدر سب کا قدر مشترک ہے کہ ماریہ قبطیہ نبی اکرم ﷺ کی موطورۃ کنیزوں میں تھیں اور نبی اکرم ﷺ نے سیدہ حفصہ ؓ کی ناراضگی کی وجہ سے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

حافظ ابن حجر شرح صحیح بخاری تفسیر سورہ تحریم میں لکھتے ہیں۔

" ووقع عند سعید بن منصور باسناد صحیح الی مسروق قال حلف رسول اللہ ﷺ لحفصة لایقرب امة "(1)

"اور سعید بن منصور نے صحیح سند کے ساتھ جو امام مسروق تک منتہیٰ ہوتی ہے یہ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سیدہ حفصہ ؓ کے سامنے قسم کھائی کہ اپنی کنیز سے مقاربت نہ کریں گے"

اس کے بعد موصوف نے مسند (ہیثم بن کلیب) اور طبرانی سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں۔

---

(1) فتح الباری جلد 8 صفحہ 837

جن میں سے ایک یہ ہے۔

"وللطبرانی من طریق ضحاك عن ابن عباس قال دخلت حفصة بیتها فوجده یطاء ماریة فعاتبة "(1)

"اور طبرانی نے ضحاک کے سلسلے میں سیدنا ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ سیدہ حفصہؓ اپنے گھر گئیں تو نبی اکرم ﷺ کو سیدہ ماریہؓ کے ساتھ ہمبستر دیکھا اس پر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو معاتب کیا۔"

ابن سعد اور واقدی نے اس روایت کو مزید بدنما پیرایوں میں نقل کیا ہے ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام روایتیں محض افتراء اور بہتان ہیں۔

علامہ عینیؒ شرح صحیح بخاری باب النکاح جلد 5 صفحہ 548 میں لکھتے ہیں کہ:

" والصحیح فی سبب نزول الآیة فی قصة العسل لا فی قصة ماریة المروی فی غیر الصحیحین وقال النووی ولم تات قصة ماریة من طریق صحیح "

"اور آیت کے شان نزول کے باب میں صحیح روایت یہ ہے کہ جو شہد کے واقعہ میں ہے ماریہؓ کے قصے کے بارے میں نہیں ہے جو کہ صحیحین کے سوا اور کتابوں میں مذکور ہے نووی نے کہا کہ ماریہؓ کا یہ واقعہ کسی صحیح طریق سے مروی نہیں ہے۔"

یہ حدیث تفسیر ابن جریر، طبرانی و مسند ہیثم میں مختلف طریقوں سے مروی ہے ان کتابوں میں عموماً جس قسم کی رطب یابس (صحیح ضعیف) روایتیں مذکور ہیں اس کے لحاظ سے جب تک ان کی صحت کے متعلق کوئی خاص تصریح نہ ہو لائق التفات نہیں۔ حافظ ابن حجر نے ایک طریقے کی توثیق کی ہے یعنی وہ روایت جس کے اخیر میں مسروق ہے لیکن اولاً تو اس روایت میں ماریہ قبطیہؓ کا نام مطلق نہیں۔ صرف اس قدر ہے کہ آپ نے سیدہ حفصہؓ کے سامنے قسم کھائی تھی کہ میں اپنی

(1)فتح الباری جلد 8 صفحہ 837

کنیز کے پاس نہ جاؤں گا اور وہ مجھ پر حرام ہے اس کے علاوہ مسروق تابعی ہیں یعنی نبی اکرم ﷺ کو نہیں دیکھا تھا اس لئے یہ روایت اصول حدیث کی رو سے منقطع ہے۔ یعنی اس کا سلسلہ سند صحابی تک نہیں پہنچتا اس حدیث کے ایک اور طریقہ (سند) کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں صحیح کہا ہے لیکن اس طریقے (سند) کے ایک اور راوی عبدالملک رقاشی ہیں جن کی نسبت دار قطنی نے لکھا ہے

"کثیر الخطاء فی الاسناد والمتون یحدث عن حفظه"

"سندوں میں اور اصل الفاظ حدیث میں بہت خطا کرتے ہیں۔"

علامہ شبلی نعمانی مزید قمطراز ہیں کہ:

امام نوویؒ نے جو ائمہ محدثین میں سے ہیں صاف تصریح کی ہے کہ ماریہؓ کے باب میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں۔ حافظ ابن حجر اور ابن کثیر نے جن طریقوں (سند) کو صحیح کہا ہے ان میں سے ایک منقطع اور دوسرا کثیر الخطاء ہے۔ ان واقعات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ روایت استناد کے قابل ہے۔

یہ بحث اصول روایت کی بناء پر تھی درایت کا لحاظ کیا جائے تو مطلق کد و کاوش کی حاجت نہیں جو دقیق واقعہ ان روایتوں میں بیان کیا گیا ہے خصوصاً طبری وغیرہ میں جو جزئیات مذکور ہیں وہ ایک معمولی آدمی کی طرف بھی منسوب نہیں کئے جاسکتے نہ کہ اس ذات پاک کی طرف جو تقدس ونزاہت کا پیکر تھا ﷺ (1)

قارئین کرام!

یہ وہ تبصرہ اور نقد تھا جو علامہ شبلی نعمانی نے اس روایت پر کیا تھا جس کو ڈاکٹر شبیر نے حذف کرتے ہوئے یہ من گھڑت روایت تحریر کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی سعی ناتمام کی ہے۔ اللہ ہمیں ایسے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

---

1) سیرۃ النبی ﷺ جلد 1 صفحہ 322.321

خیر خواہی کے نام پر اڑتالیسواں (48) اعتراض:

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 36 نازل ہونے کے بعد بھی لوگ شراب پیتے رہے۔ کھانے کے بعد مغرب کا وقت آ گیا اور حضرت علیؓ نے نماز پڑھائی لیکن نشے کی خمار میں کچھ کا کچھ پڑھ گئے۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 52)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر نے پھر عبارت نقل کرنے میں تساہل سے کام لیا ہے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 219 (یسئلونك عن الخمر والمیسر) کو آیت 36 بنا دیا ہے ہوسکتا ہے غلط فہمی سے ایسا ہو گیا ہو۔

ڈاکٹر شبیر کی نقل کردہ عبارت کی اصل ابوداود میں کچھ اس طرح موجود ہے۔

"عن علی بن ابی طالبؓ ان رجلا من الانصار دعاه وعبدالرحمان بن عوف فسقاهما قبل ان تحرم الخمر فانهم علی فی المغرب فقرأ مخلط فیها فنزلت لاتقربوالصلوة وانتم سکاری حتی تعلموا ماتقولون "(1)

"علیؓ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے ان کی اور عبدالرحمان بن عوف کی دعوت کی پس انہوں نے ان دونوں کو شراب پلائی (یہ بات شراب کی حرمت سے قبل کی ہے) علیؓ نے انکو مغرب کی نماز پڑھائی "**اور قل یاایهالکافرون**" کی تلاوت کی اور اس کو خلط ملط کر دیا تو قرآن کی آیت نازل ہوگئی **"لاتقربوالصلوة وانتم سکاری حتی تعلموا ماتقولون**" (نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ جو کہہ رہے ہو اس کو سمجھنے لگو)۔

---

(1) ابوداؤد کتاب الاشربة باب فی تحریم الخمر

قارئین کرام!

سیدنا علیؓ سے مروی یہ واقعہ شراب کی حرمت سے قبل کا ہے جیسا کہ خود اس روایت میں صراحت اور سورۃ البقرۃ کی آیت 219 جس کا ذکر ڈاکٹر شبیر نے کیا ہے اس میں بھی شراب قطعی طور پر حرام نہیں ہوئی تھی جیسا کہ ارشاد ہے:

یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس (1)

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے۔''

اس آیت میں کہیں شراب کی حرمت اور اس سے منع کا ذکر نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اسلام سے قبل اور ابتدائی ایام میں بھی کثرت سے شراب نوشی کی جاتی تھی بلکہ اہل عرب تو اس وجہ سے مشہور بھی تھے۔ سورۃ البقرۃ 219 کے نزول کے بعد بھی اصحاب رسول شراب نوشی فرماتے تھے جس کی بناء پر سیدنا علیؓ سے یہ واقعہ سرزد ہو گیا۔ پھر اس کے بعد اللہ رب العالمین نے ''**لا تقربوا الصلوۃ**'' نازل فرما کر نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا مگر اس روایت سے بھی شراب کو حرام نہیں کیا گیا بلکہ تخصیص کر دی گئی کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔ پھر کچھ عرصے بعد مطلق شراب کی حرمت نازل کر دی گئی کہ:

یاایها الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه (2)

''اے ایمان والوں بے شک شراب اور جوا اور بت پانسے (یہ سب) گندے شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

اس آیت کے نزول کے بعد مدینے میں پھر منادی کرا دی گئی کہ شراب آج سے حرام

---

(1) سورہ البقرۃ۔ آیت 219

(2) سورہ المائدہ۔ آیت 90

ہوگئی ہے لہٰذا اس کے بعد صحابہ نے اس سے مکمل اجتناب برتنا شروع کردیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ابوداؤد کتاب الاشربۃ۔

ڈاکٹر شبیر کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ سورۃ البقرۃ کی آیت 219 میں شراب کی حرمت موجود ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

" یا ایھا الذین امنوا لاتقربوالصلوۃ وانتم سکٰری " "ویسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس "نسختھا التی فی المائدہ "انما الخمر والمیسر والانصاب "الایۃ (1)

"**یاایھا الذین امنو الاتقربوالصلوۃ** اور **یسئلونك عن الخمر** ان دونوں آیتوں کو سورۃ المائدہ کی آیت "**انما الخمر والمیسر**" نے منسوخ کردیا۔

مندرجہ بالا قول صحابی رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ شراب کی اصل حرمت سورۃ المائدہ کی آیت میں ہوئی نہ کہ البقرۃ میں لہٰذا ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیق بھی صحیح نہیں۔ رہا سیدنا علیؓ کا قرآن غلط پڑھ جانا تو شراب چیز ہی ایسی ہے کہ اس کو نوش کرنے سے انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اسی لئے اس کو عربی میں خمر کہا گیا ہے یعنی عقل کو ڈھانپ لینے والی۔ اور سیدنا علیؓ بھی ایک انسان تھے لہٰذا ان سے اس معاملہ میں چوک ہوگئی۔

خیر خواہی کے نام پرانچاسواں (49) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن خلافت کے جھگڑے کی منظر کشی یوں ہے۔ سعد بن معاذؓ نے حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ لی۔ عمرؓ نے کہا چھوڑ و اگر اس کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو تمہارے منہ میں

---

1) ابوداؤد کتاب الاشربۃ باب فی تحریم الخمر رقم الحدیث 3672

ایک دانت بھی نہیں رہے گا۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 52)

ازالہ:۔

اولاً: ڈاکٹر شبیر نے اس روایت کو تاریخ طبری سے نقل کیا ہے مگر کتاب کا نام غلط لکھا ہے "ام التواریخ" حالانکہ کتاب کا نام ہے "تاریخ الامم والملوک" المعروف تاریخ طبریؒ۔

ثانیاً: یہ روایت من گھڑت ہے جسکو ڈاکٹر صاحب نے بڑے دھڑلے سے ذکر کر دیا ہے اسنادی حیثیت سے قطع نظر اگر صرف عبارت پر ہی غور کیا جائے تو تاریخ کا ایک عام طالب علم بھی اس کے جھوٹ کو محسوس کر لے گا۔

مذکورہ عبارت میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن سیدنا سعدؓ بن معاذ نے سیدنا عمر کی داڑھی پکڑ لی۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 52)

حالانکہ سعدؓ بن معاذ تو اللہ کے رسول ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی وفات پا گئے تھے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"سعد بن معاذ النعمان بن امرئ القيس بن زيد بن عبدالاشهل ـــــ سيدالاوس شهربدراً باتفاق ورمى بهم يوم الخندق فعاش بعد ذلك شهراً حتى حكم في بني قريظه وأصيبت دعوته في ذلك انقض جرمه فمات وفي الصحيحين وغيرهما من طرق النبي ﷺ اهتزالعرش لموت سعد بن معاذ"(1)

"سعدؓ بن معاذ بن نعمان ـــــ اوس قبیلے کے سردار تھے بالاتفاق بدری صحابی ہیں غزوہ خندق کے دن ان کو تیر لگا تھا اس کے تقریباً ایک مہینے بعد تک زندہ رہے یہاں تک کہ بنو قریظہ

---

(1) الاصابة في تميز الصحابة صفحه 494

کے متعلق فیصلہ کیا اور اس دوران ان کی دعا مقبول ہوئی پھر ان کا زخم بہہ پڑا یہاں تک کہ انتقال فرما گئے۔"

صحیح بخاری و صحیح مسلم و دیگر کتب میں روایت موجود ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سعدؓ بن معاذ کی موت سے عرش لرز گیا۔

کاش ڈاکٹر شبیر تھوڑی بہت تحقیق فرما لیتے۔

خیر خواہی کے نام پر پچاسواں (50) اعتراض:

کیا تم کسی جانور کو دیکھتے ہو کہ وہ ناقص الاعضاء یعنی بغیر کان آنکھ یا ناک یا بغیر پنجے کے پیدا ہوا ہو (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوتا)۔ رسول اللہ ﷺ خلاف حقیقت بات کیسے فرما سکتے ہیں؟ جانور ناقص الاعضاء آئے دن پیدا ہوتے ہیں۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 54،55)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے حسب عادت اس روایت کا جزء نقل کیا ہے مکمل روایت سے بات واضح ہو جاتی ہے۔

"ان اباھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مامن مولود الایولدعلی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ اویمجسانہ کما تنتج البھیمۃ بھیمۃ جمعاء ھل تحسبون فیھا من جدعاء؟ ثم یقول ابوھریرۃؓ (فطرۃ اللہ التی فطرالناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم" (1)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں وہ اپنی فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کے ماں باپ ان کو یہودی عیسائی یا پارسی بنا دیتے ہیں جیسے چوپایہ جانور پورے

1) صحیح بخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی بذات ھل یصلی علیہ رقم الحدیث 1359

جسم کا ہوتا ہے کہیں تم نے کان کٹا بھی پیدا ہوتے دیکھا ہے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابو ہریرۃؓ نے یہ آیت تلاوت کی' اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں (اس لئے کہ) یہی سیدھا راستہ ہے'۔''

قارئین کرام! اس صحیح حدیث میں جو وضاحت ملتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بچے کو دین اسلام پر پیدا فرماتا ہے یعنی وہ پیدائشی یہودی عیسائی پارسی نہیں ہوتا بلکہ ایک مسلم ہوتا ہے بعد میں اس کے والدین اس کو غیر مسلم بنا دیتے ہیں یہی اس حدیث رسول اللہ ﷺ کا منشاء ہے۔ پھر آپ ﷺ نے جو مثال بیان فرمائی کہ (جیسے یہ جانور سالم ہوتا ہے کہیں تم نے کان کٹا بھی پیدا ہوتے دیکھا ہے) یہ مثال بھی عین فطرت وحقیقت ہے۔ یعنی: ''کیا کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ جانور کا بچہ ایسا پیدا ہوا ہو کہ اس کا کان کٹا ہوا ہو اور اس کی جگہ ناک لگی ہو یا سینگ لگا ہوا ہو یقیناً ایسا نہیں ہوا تو ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ انسان کا بچہ یہودی عیسائی اور مجوسی پیدا ہو وہ تو مسلم پیدا ہوتا ہے اور اس آیت کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اللہ نے لوگوں کو فطرت (اسلام) پر پیدا فرمایا اور اس فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔

ڈاکٹر شبیر نے خوامخواہ اپنی کم علمی کی وجہ سے حدیث کو اعتراض کا نشانہ بنایا۔

خیر خواہی کے نام پر اکیاونواں (51) اعتراض:

فرشتہ ماں کے پیٹ میں ہی تقدیر لکھ لیتا ہے یعنی زندگی موت اور رزق اعمال بد ہونا اور اچھا ہونا۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 55)

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر کو اعتراض ہے کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے تو قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خود قرآن تقدیر کے مسائل بیان کرتا ہے مثلاً،

وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله كتابا مؤجلا(1)

''اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی جاندار نہیں مر سکتا۔ مقرر شدہ وقت لکھا ہوا ہے۔''

مزید ارشاد ہوتا ہے:

وكل شئى احصينه فى امام مبين(2)

''ہم نے ہر چیز کا حساب امام مبین میں رکھا ہوا ہے۔''

اب اس اعتراض کا رخ قرآن کی جانب ہوگیا ہے۔ اور عبارت یہ ہوتی ہے کہ جب سب کچھ لکھا ہوا ہے تو پھر قرآن نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

خیر خواہی کے نام پر باونواں (52) اعتراض:

رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مطلب یہ ہے کہ دو طرح کے سانپ ایسے ہیں سفید دھاریوں والا دم کٹا کہ وہ انسان کی آنکھوں کو دیکھ کر اسے اندھا کر دیتے ہیں۔

صاحبو! ایسا کوئی سانپ دنیا میں موجود نہیں۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 58)

ازالہ:۔

قارئین کرام!

ڈاکٹر شبیر نے نجانے کن معلومات کے بل بوتے پر ایسا عجیب و غریب دعویٰ کیا ہے؟ حالانکہ اس وقت جب حشرات الارض پر تحقیق جاری ہے اور اس کام پر تحقیق کرنے والوں نے بھی ابھی تک کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا کہ دنیا میں موجود تمام جانوروں کے بارے میں معلومات حاصل کر لی گئیں ہیں۔ مگر ڈاکٹر شبیر دعویٰ کر رہے ہیں کہ ایسا کوئی سانپ موجود نہیں ہے حالانکہ صرف امریکہ و افریقہ میں سانپوں کی دو سو سے زائد اقسام پائی جاتی ہیں جو مختلف قسم کے عادات و اطوار کے مالک ہیں کوبرا Cobra (سانپ کی ایک قسم) انتہائی خطرناک ہے جو دور سے انسان کی

---

1) سورہ آل عمران۔ آیت 145

2) سورہ یس۔ آیت 12

آنکھوں پر زہر آلود مواد پھینکتا ہے تو انسان اس کے زہر کی شدت سے اندھا ہو جاتا ہے شاید ڈاکٹر شبیر کو اس بارے میں علم ہوگا۔ اس سانپ کے متعلق مزید معلومات کے لئے ہماری ویب سائٹ دیکھیں۔

قرآن کریم میں بھی اللہ رب العالمین نے ایک جانور کا ذکر کیا ہے۔

واذاوقع القول عليهم اخرجنا لهم دابة من الارض تكلمهم ان الناس كانوا بأيتنا لا يوقنون (1)

''اور بات پوری ہونے کا وقت آ جائے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔''

اب یہاں ایسے جانور کا ذکر موجود ہے کہ جو کلام کرے گا تو کیا اس پر ایسے تبصرے نہیں ہو سکتے کہ:

صاحبو! ''ایسا کوئی جانور دنیا میں موجود نہیں۔''

اس کا جواب صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے تو یقیناً ہو کر ہی رہے گا اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ سانپ ہے تو وہ یقیناً ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے۔

خیر خواہی کے نام پر ترپنواں (53) اعتراض:

امام احمد بن حنبل نے (170/4) میں جابرؓ سے روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کے بیٹے کو ''نکل اللہ کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں'' فرما کر بدروح کو نکال دیا وہ بچہ اچھا ہو گیا۔ اس عورت نے آپ ﷺ کی خدمت میں دو مینڈھے پنیر اور گھی پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے یعلی بن مرۃ سے فرمایا ایک مینڈھا پنیر اور گھی لے لو اور ایک مینڈھا اسے واپس کر دو۔ دم کرنا اور قیمت لینا قرآن کے خلاف ہے۔ (اسلام کے مجرم صفحہ 59)

---

1) سورہ النمل ۔ آیت 82

ازالہ:۔

ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کے ذریعے مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ "دم کرنا قرآن کے خلاف ہے" حالانکہ قرآن مجید میں کہیں بھی ایسا حکم موجود نہیں۔ اور رہی بات قیمت کی تو اس عورت نے قیمت نہیں بلکہ تحفہ پیش کیا تھا جس میں سے بعض تو آپ نے قبول کرلیا اور بعض واپس کردیا۔ کیونکہ قیمت وہ ہوتی ہے جو پہلے طے کی جائے اور ایسا حدیث میں ذکر موجود نہیں۔
لہٰذا حدیث پر اعتراض غلط ہے۔

خیر خواہی کے نام پر چونواں (54) اعتراض:

ابوہریرہؓ حدیث کے سب سے زیادہ روایت کرنے والے تھے وہ جب چاہتے احادیث گھڑ لیا کرتے تھے انہوں نے بے شمار من گھڑت حدیثیں لوگوں تک پہنچائیں۔

(اسلام کے مجرم صفحہ 69)

ازالہ:۔

بالآخر ڈاکٹر شبیر نے اپنی صحابہ دشمنی دکھا ہی دی کہ صحابہ ہی اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ اور اس غلیظ و گندی بات کو امام بخاری کے ذمے لگا دیا اور وہ بھی ایک نامعلوم رسالے کے حوالے سے حالانکہ صحیح بخاری میں صرف اتنا ہے۔

"ابوہریرہؓ زیادہ روایات بیان کرنے والے تھے۔"

اب اگر کوئی ڈاکٹر شبیر کو اپنے آرگن میں کذاب دجال اور اس جیسے دوسرے القابات سے نوازے اور میں اسے اپنی کتاب میں بغیر تحقیق نقل کردوں تو کیا یہ صحیح بات ہوگی؟

”خیر خواہی“ کے نام پچپنواں (55) اعتراض:

”ابو ہریرہؓ نے حدیث بیان کی کہ جس نے کہا لا اِلٰہ اِلا اللہ وہ جنت میں ضرور جائے گا (صحیح مسلم)۔ جب عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا تو انہوں نے بڑھ کر ابو ہریرہؓ کے سینے پر اتنے زور سے مکا مارا کہ ابو ہریرہؓ زمین پر گر پڑے۔“(1) (اسلام کے مجرم صفحہ 70)

ازالہ:۔

قارئینِ کرام! معلوم نہیں ڈاکٹر شبیر کو اس حدیث میں کونسا اعتراض نظر آیا ہے؟ اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے ہی نہیں اس لئے مصنف نے بھی اپنی طرف سے کوئی اعتراض نقل نہیں کیا بس حدیث ذکر کر کے خاموشی اختیار کی ہے۔

لیکن میں وضاحت کرتا چلوں کہ اس حدیث پر کافی لوگوں نے (جو احادیث کو دین تصور نہیں کرتے) اعتراض کیا ہے کہ عمرؓ نے ان کو مکا کیوں مارا؟ میں پوچھتا ہوں کہ آپ جواب دیجئے کہ عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کو مکا کیوں مارا؟

قارئینِ کرام! ڈاکٹر شبیر نے یہاں پر بھی حسب سابق بددیانتی سے کام لیتے ہوئے حدیث کو ادھورا نقل کیا ہے، حالانکہ صحیح مسلم کی اسی روایت میں مکمل وضاحت موجود ہے کہ ابو ہریرہؓ اللہ کے رسول ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ سننے کے بعد لوگوں کو یہ خوشخبری سنانے جا رہے تھے کہ:

”جس نے لا اِلٰہ اِلا اللہ کا اقرار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کی نعلین لیکر لوگوں کو یہ خوشخبری سنانے نکلے تھے کہ راستے میں سیدنا عمرؓ سے ان کی ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ آپؓ نے انہیں یہ حدیث سنائی اور ارشاد فرمایا میں لوگوں کو یہ خوشخبری سنانے جا رہا ہوں۔ تو عمرؓ نے ان کے سینے پر اپنا ہاتھ مارا، تاکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس واپس جائیں اور بات کی تحقیق ہو جائے۔

---

1) صحیح مسلم: کتاب الایمان، البلاغ، صفحہ 2.

بس یہی وجہ تھی کہ عمرؓ نے انہیں مکاّ مارا، نہ کہ کسی دشمنی یا ان پر عدم اعتماد کی وجہ سے جیسا کہ مصنف نے اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد خاموشی اختیار کر کے یہ مقصد لوگوں کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔(1)

لہٰذا حدیث پر اعتراض فضولیات پر مبنی ہے۔

''خیر خواہی'' کے نام پر چھپنواں (56) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

''ترمذی میں حدیث بیان ہوئی ہے، بحوالہ رسول اللہ (ﷺ) اور انسؓ کہ جنت میں مرد کو 100 مردوں کے برابر قوت عطا کی جائے گی، تاکہ وہ زیادہ عورتوں سے جماع کرے۔''

(اسلام کے مجرم، صفحہ 77)

ازالہ:۔

قارئینِ کرام! میرے خیال میں ڈاکٹر شبیر نے اس حدیث کو بھی قرآن کے خلاف ہی سمجھا ہوگا۔ 100 آدمیوں کی طاقت کوئی غیر فطری عمل نہیں، کیونکہ اس کا اشارہ قرآنِ کریم سے بھی ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولكم فيها أزواج مطهرة

''تمہارے لئے جنت میں جوڑے ہونگے۔''

قارئین کرام! عربی زبان میں ''زوج'' کی جمع ''أزواج'' ہے، یعنی ''جوڑے'' (بیویاں) اور عربی میں جمع تین سے شروع ہوتی ہے، لیکن اس کی انتہاء کوئی نہیں ہوتی۔ اگر مصنف کو اعتراض ہے کہ 100 بیویاں یا ان کی طاقت کیسے ہوسکتی ہے؟ تو وہ اٹکل کی جگہ پر قرآن سے دلیل پیش کریں کہ یہ ناممکن ہے، وگرنہ حدیث تسلیم کریں۔

''خیر خواہی'' کے نام پر ستاونواں (57) اعتراض:

---

1) شرح صحیح مسلم للنووی۔ج:1صفحہ278

''قرآن کی دو آیتیں کھجور کے پتوں پر لکھی ہوئی تھیں...... میری بکری آئی اور انہیں کھا گئی۔''

اس کے بعد ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

''حالانکہ اللہ فرماتا ہے یہ قرآن میں نے نازل کیا ہے اور میں ہی اس کا محافظ ہوں۔'' (اسلام کے مجرم صفحہ 77)

ازالہ:۔

الحمدللہ مصنف نے خود ہی اس روایت کا جواب دیدیا ہے جب اللہ ہی محافظ ہے تو مصنف کو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ فکر تو وہاں ہو جہاں اللہ محافظ نہ ہو!

دوسری بات یہ عرض کرتا چلوں کہ آخر یہ کونسی آیات تھیں جن کو بکری کھا گئی؟ یہ آیات رضاعت اور رجم کی تھیں اور ان دونوں آیات کی تلاوت منسوخ ہو چکی تھی، لیکن حکم منسوخ نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما ننسخ من أية أو ننسها نأت بخير منها أو مثلها (1)

''جب بھی کسی آیت کو منسوخ کرتے یا بھلا دیتے تو اس جیسی یا اس سے بہتر آیت لاتے (بھی) ہیں۔''

معلوم ہوا کہ اللہ کسی آیت کو منسوخ بھی کرتا ہے اور اسے لوگوں کے ذہنوں سے بھلا بھی دیتا ہے۔ یقیناً عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو صحیفہ موجود تھا وہ منسوخ شدہ تھا، کیونکہ ناسخ نسخہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفظ تھا۔

لہٰذا اگر بکری نے کھا بھی لیا تو اس میں کوئی حرج نہ تھا اور نہ ہی دین پر کوئی حرج آیا۔ اگر آپ کہیں گے حرج آیا ہے تو آپ اس کی اب دلیل دیں۔

''خیر خواہی'' کے نام پر اٹھاونواں (58) اعتراض:

ڈاکٹر شبیر رقمطراز ہیں:

---

1) سورہ البقرہ، آیت 106

"رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے تشریف لائے صفیں کھڑی ہو گئیں آپ ﷺ امامت کیلئے کھڑے ہو گئے، یاد آیا کہ جنبی ہیں (یعنی بیوی سے مباشرت کے بعد غسل نہیں کیا) آپ ﷺ لوٹ گئے اور غسل کیا۔" (1) (اسلام کے مجرم صفحہ 79)

قارئینِ کرام! اس صحیح حدیث کے ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر شبیر اپنی سوچ کا اظہار کرتے ہیں کہ:

"رسول اللہ (ﷺ) رہبر انسانیت تھے غائب دماغ نہ تھے۔"

ازالہ:۔

قارئینِ کرام! نبی اکرم ﷺ کا کسی چیز میں بھولنا کوئی عیب نہیں، اس لئے کہ قرآنِ کریم ذکر کرتا ہے کہ:

قل انما أنا بشر مثلکم (2)

"آپ ﷺ فرما دیجئے کہ میں بھی تمہارے جیسا انسان ہوں۔"

نبی اکرم ﷺ رہبر انسانیت یقیناً تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ انسان بھی تھے اور قرآنِ کریم سے یہ بات ثابت بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے بھول واقع ہو سکتی ہے۔ اگر آپ قرآنِ کریم پڑھیں (مگر افسوس کہ ڈاکٹر شبیر کا مطالعہ قرآن پر بھی بہت کمزور ہے) تو قرآنِ کریم فرماتا ہے:

سنقرئك فلا تنسىٰ o إلا ماشاء الله (3)

"ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ بھولیں گے نہیں، مگر جو اللہ چاہے۔" (یعنی جو اللہ چاہے گا وہ خود ہی بھلا دے گا۔)

قارئین کرام! اب غور کریں صحیح بخاری کی اس حدیث پر جس میں نبی اکرم ﷺ غسل کرنا

---

(1) تفسیر سورۃ نمبر:7 آیت:87، تفہیم القرآن، سید مودودی، بحوالہ صحیح بخاری: روایت نمبر:264 جلد:1

(2) سورہ الکھف، آیت 110

(3) سورہ الأعلیٰ، آیت 6,7

بھول گئے۔ اس میں کتنی بڑی حکمت ہے؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"یقیناً تمہارے لئے نبی اکرم ﷺ کی زندگی بہترین اُسوہ ہے۔"(1)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز کیلئے آئے اور اسے یاد آجائے کہ اس پر غسل فرض ہے تو وہ غسل کرنے چلا جائے۔ یہ ہمیں آپ ﷺ کے اُسوہ سے معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بھلوا کر یہ مسئلہ بتانا چاہا تھا کہ اگر کسی کے ساتھ یہ مسئلہ ہو جائے تو وہ اس کے حل کیلئے نبی اکرم ﷺ کی مبارک سیرت کو دیکھ لے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین اسوہ ہے۔

لہٰذا حدیث پر اعتراض فضول ہے۔

"خیر خواہی" کے نام پر انسٹھواں (59) اعتراض:

ڈاکٹر رقمطراز ہیں:

"آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ: جاؤ اور اس شخص کو قتل کردو" ...... وہ کنویں میں نہا رہا تھا حضرت علیؓ نے اس کو باہر نکالا دیکھا کہ اس کا عضو کٹا ہوا تھا۔"(2)

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد مصنف لکھتا ہے: "تحقیق کے بغیر سزا، ام ولدؓ پر اتنا بڑا الزام اور پھر مذاق!" (اسلام کے مجرم صفحہ ۸۰)

ازالہ:۔

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ذکر فرماتے ہیں:

"انسؓ سے روایت ہے کہ: ایک شخص سے لوگ تہمت لگاتے تھے (یعنی نبی اکرم ﷺ کی ام ولد لونڈی کو) آپ ﷺ نے سیدنا علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس شخص کی گردن ماردو۔ (شاید وہ منافق ہو یا کسی اور وجہ سے قتل کے لائق ہو) سیدنا علیؓ اس کے پاس گئے، دیکھا کہ وہ ٹھنڈک کیلئے ایک کنویں میں غسل کر رہا ہے سیدنا علیؓ نے اس سے کہا کہ باہر نکل،

---

(1) سورہ الاحزاب، آیت21

(2) صحیح مسلم: بحوالہ: سیدنا انس: باب برات حرم النبی ﷺ

اس نے اپنا ہاتھ علیؓ کے ہاتھ میں دیا، انہوں نے اسے کنویں سے باہر نکالا، دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے، سیدنا علیؓ نے اس کو مارا، پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ وہ تو مجذوب تھا۔ (یعنی اس کا ذکر کٹا ہوا تھا)''

قارئینِ کرام! اس حدیث کا تعلق سزا اور تحقیق کے ساتھ ہے۔ اس حدیث سے جو باتیں معلوم ہوئیں ہیں اس کے نتائج قابلِ غور ہیں:

1۔ لوگوں نے ام ولد رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی۔

2۔ اس کا حل بھی اس طرح کرنا تھا کہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جائے۔

3۔ قتل کا حکم اس لئے دیا کہ ام ولدؓ پر الزام بہت بڑا لگایا گیا اور اس کی روک تھام کی جائے، تا کہ بعد میں آنے والا کوئی اور ایسی جرأت نہ کرے۔

4۔ اگر لوگوں کی غیر موجودگی میں قتل کیا جاتا تو لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کیسے ہوتا؟

5۔ قتل نہ کرنے میں حکمت یہ تھی، کہ بات واضح ہو جائے کہ یہ صرف بہتان ہی ہے اس لئے کہ وہ شخص نامرد تھا۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا نکاط پر غور کریں، تا کہ اس حدیث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اس حدیث کو مکمل پڑھنے کے بعد لوگوں کا ذہن صاف ہوا اور یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ صرف الزام ہی تھا۔

باقی رہا مسئلہ کہ نبی اکرم ﷺ نے قتل کا حکم کیوں دیا؟ تو اس کا جواب کئی طریقوں سے دیا جا سکتا ہے، لیکن مختصراً عرض کرتا چلوں کہ وحی کی قسمیں قرآن کے علاوہ بھی ثابت ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی وحی کے ذریعے علم دیا گیا ہو۔ جس طرح کہ سورۃ الکھف آیت: 74، میں ذکر ہے کہ:

> ''چنانچہ وہ دونوں (موسیٰ وخضر) چل کھڑے ہوئے، حتیٰ کہ ایک بچے کو ملے جسے خضر علیہ السلام نے مار ڈالا۔''

یعنی خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو اللہ کے حکم سے قتل کر دیا اور کوئی ظاہری وجہ قتل سے پہلے نہیں بتائی۔

اور یا اس کی تطبیق ہو کہ قتل کا حکم دیا جائے، تا کہ اس جرم کی سزا، یعنی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر الزام کی سزا قتل کرنا ثابت ہو جائے۔ اور لوگوں کے سامنے یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ وہ شخص نامرد ہے۔

اس کی ایک اور مثال کچھ ایسے ہے کہ اگر آپ قرآنِ کریم کی تلاوت کریں تو اللہ تعالیٰ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ:

فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية فى رحل أخيه ثم أذن مؤذن أيتها العير انكم لسارقون(1)

''پھر انہیں ان کا سامان واسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیدیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں پانی کا ایک پیالہ رکھ دیا، پھر آواز دینے والے نے پکار کر کہا کہ تم لوگ چور ہو۔''

قارئینِ کرام! غور فرمائیں اس آیتِ مبارکہ پر اور اس کی حکمت پر کہ یوسف علیہ السلام نے خود ہی یہ پیالہ رکھ دیا اور پھر اعلان بھی کروادیا کہ تم چور ہو، حالانکہ بتائیے کہ پیالہ رکھنے والے خود یوسفؑ ہیں اور جن کو چور باور کروایا گیا وہ ان کے اپنے بھائی ہیں۔ اب اگر کوئی اعتراض کرنے والا حدیث کی طرح اس پر بھی اعتراض کرے تو اس کیلئے اللہ کا یہی جواب کافی ہوگا کہ:

كذالك كدنا ليوسف(2)

''اسی طرح ہم نے یوسفؑ کیلئے تدبیر کی۔''

بالکل اسی طرح اللہ نے اپنے آخری پیغمبر محمد ﷺ کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

وماينطق عن الهوىٰ ○ ان هو الا وحى يوحىٰ(3)

''آپ ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے، بلکہ جو کہتے ہیں اللہ کی وحی سے کہتے ہیں۔''

---

1) سورہ یوسف آیت 70)

2) سورہ یوسف آیت 76

3) سورہ النجم آیت 3،4

اس آیت کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی ذات پر کسی بھی قسم کا الزام براہِ راست اللہ تعالیٰ کی ذات پر الزام ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ہر بات اور ہر عمل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ پر الزام اللہ پر الزام ہے۔

اگر آپ ﷺ نے اس قتل کی حقیقت سے پردہ نہیں اٹھایا تو ہمیں اس پردے میں جھانک کر آپ ﷺ کی نبوت پر شک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی یہ دنیا کا پہلا یا انوکھا واقعہ تھا کہ اس کو اپنی ناقص عقل کی آزمائش کیلئے مشقِ ستم بنایا جائے۔

خضر و موسیٰ علیہما السلام کے واقعے میں بھی یہی "بے گناہ" قتل موجود ہے، فرق صرف یہ ہے کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کے سوال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا۔ مگر اصحاب محمد ﷺ میں سے کسی کو اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ آپ ﷺ سے کسی عمل کے بارے میں سوال کریں، اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کا کوئی کام اپنی مرضی اور منشاء سے نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ ہمیں اس معاملے میں صرف ایمان لانے کا حکم ہے اور ہم اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔

لہٰذا حدیث اعتراض سے پاک ہے۔ اور جہاں تک مصنف کی بات ہے تو ان کا مسئلہ کچھ ایسا ہے کہ ان کو آج تک Spitting Snake (کوبرا کی ایک انتہائی خطرناک قسم) نہیں ملا تو انہیں حدیث کی حکمت کیسے مل سکتی ہے؟؟

وما علينا إلا البلاغ المبين.

مراجع مصادر

نام کتاب	مصنف	مطبع
1) اعلام السنن	امام خطابیؒ	دارالکتب العلمیۃ ۔ بیروت
2) الاصابۃ	حافظ ابن حجرؒ	بیت الافکار الدوالیۃ
3) المنار المنیف	امام ابن قیمؒ	اعلام الکتب للنشر والتوزیع ۔ بیروت
4) الوضع فی الحدیث	عبدالماجد الغوری	دار ابن کثیر ۔ دمشق
5) تقریب التھذیب	حافظ ابن حجرؒ	موسۃ الرسالۃ ۔ بیروت
6) تھذیب التھذیب	حافظ ابن حجرؒ	دارالفکر بیروت
7) بائبل مقدس		پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور
8) تفسیر عبدالرزاق	امام عبدالرزاقؒ	دارالکتب العلمیۃ ۔ بیروت
9) تفسیر ابن کثیر	حافظ ابن کثیرؒ	مکتبۃ الرشد
10) تذکرۃ الموضوعات	امام ابن جوزیؒ	
11) فتح الباری	حافظ ابن حجرؒ	دارالسلام ریاض
12) عمدۃ القاری	علامہ عینی حنفیؒ	
13) عون المعبود	علامہ شمس الحق دیانویؒ	
14) تحفۃ الاحوذی	محدث عبدالرحمان مبارکپوریؒ	
15) عارضۃ الاحوذی	علامہ ابن العربیؒ	
16) سلسلۃ الصحیحہ	علامہ ناصرالدین البانیؒ	
17) النھایۃ	امام ابن اثیرؒ	
18) لسان العرب	امام ابن منظورؒ	
19) موطا امام مالک	امام مالک بن انسؒ	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث رسول اللہ ﷺ نہ صرف قرآن مجید کی علمی وعملی شرح وتفسیر ہے بلکہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جو انقلاب اس دنیا عالم میں بپا کیا گیا ہے۔ اس کی صحیح ترین عملی تشکیل بھی حدیث رسول اللہ ﷺ ہی پیش کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ دشمنان اسلام کی سازشوں کا مستقل محور رہی ہے۔ اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہر قسم کے وسائل کو نہ صرف بروئے کار لایا گیا بلکہ جید علماء ومحدثین جن کی زندگیاں حدیث وسنت کی خدمت وحفاظت میں گزر گئیں ان کے اقوال ومقالات میں خیانت کر کے یا مختلف نوعیت کے مہمل سوالات کر کے من پسند جوابات حاصل کیے گئے اور ان کے ذریعہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ مثلاً ڈاکٹر شبیر نے اپنی تصنیف ''اسلام کے مجرم'' میں حافظ ابن قیمؒ وامام ابن تیمیہؒ کی کتب کے حوالے دے کر نامعقول اقوال ان کی طرف منسوب کیا۔ بالکل یہی حال سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کے فتویٰ کا بھی ہے۔ ہم اس فتویٰ سے اتفاق نہیں کرتے کہ جس کی نقل ڈاکٹر شبیر نے اپنی کتاب ''اسلام کے مجرم'' میں دی ہے۔ کیونکہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ تو حدیث رسول اللہ ﷺ کے سچے شیدائی تھے اور آپ کی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت میں گزری بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ نے قرآن وحدیث کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ ذیل میں ہم شیخ ابن بازؒ کے اس مقالے سے کچھ اقتباسات نقل کیے دیتے ہیں کہ جو انہوں نے ''حجت حدیث'' کے سلسلے میں ترتیب دیا تھا۔ تاکہ حق اور باطل کے درمیان فرق واضح ہوجائے۔

''رسول اللہ ﷺ کی سنن واقوال قطعی حجت ہیں اس لئے کہ: اولاً قرآن آپ کے صدق کی گواہی دیتا ہے۔ ثانیاً: اللہ نے آپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا آپ کے حکم کی مخالفت سے لازمی طور پر اجتناب کرنا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ آیت ذیل کے تحت فرماتے ہیں: 'جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ ان پر کوئی آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے' یہاں امر رسول اللہ ﷺ سے مراد آپ کا رستہ، منہج، طریقہ، سنت اور شریعت ہے۔ ہر قسم کے اقوال اور اعمال کو آپ ﷺ کے اقوال واعمال پر پیش کیا جائے گا اگر ان میں موافقت ہوئی تو اس کو قبول کیا جائے گا اور مخالفت ہوئی تو اسے کہنے اور کرنے والے ہی کی طرف لوٹا دیا جائے گا ۔۔۔ شریعت رسول اللہ ﷺ کی ظاہری اور باطنی مخالفت کرنے والے کو ڈرنا چاہیئے''

شیخ ابن بازؒ مزید فرماتے ہیں کہ:

''جان لو کہ اللہ تم پر رحم کرے کہ جس شخص نے اللہ کے نبی ﷺ کی کسی قولی یا فعلی حدیث کا انکار کیا تو وہ کافر ہے اور وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور قیامت کے روز اس کو یہود ونصاریٰ کے ساتھ اٹھایا جائے گا''

(مجموع الفتاویٰ ومقالات، جلد ا، صفحہ ۲۲۰)

محمد حسین میمن

Email: thf@wkrf.net URL: www.wkrf.net